مارچ
2020ء

حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ فَمَا تُغْنِ النُّذُرُ ۵ (القرآن:54)

جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب

قرآن اکیڈمی جھنگ

جلد : 14
شمارہ : 03

وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْآنَ لِلذِّكْرِ فَهَلْ مِن مُّدَّكِرٍ (القران)
اور ہم نے قرآن کو سمجھنے کیلئے آسان کر دیا ہے تو کوئی ہے کہ سوچے، سمجھے (پ سورۃ القمر)

رجب : 1441ھ
مارچ : 2020ء

ISSN : 2305-6231

ماهنامه

حکمتِ بالغہ

جھنگ

مدیر مسئول : انجینئر مختار فاروقی

مشاورت
- پروفیسر خلیل الرحمٰن
- حافظ مختار احمد گوندل
- انجینئر عبداللہ اسماعیل
- محمد فیاض عادل فاروقی

مدیر معاون و نگران طباعت: مفتی عطاء الرحمٰن

انتظامی امور: ملک نذر حسین

قانونی مشاورت
محمد سلیم بٹ ایڈووکیٹ
چودھری خالد اشیر ایڈووکیٹ

اہل ثروت حضرات سے تاحیات زرِتعاون بیس ہزار روپے یکمشت	سالانہ زرتعاون بشمول خصوصی اشاعت اندورنِ ملک 800روپے	معمول کا شمارہ 50روپے

ترسیل زر بنام : انجمن خدام القرآن (رجسٹرڈ) جھنگ

قرآن اکیڈمی جھنگ
لالہ زار کالونی نمبر2، ٹوبہ روڈ جھنگ صدر
پاکستان پوسٹ کوڈ 35200
047-7630861-0336-6775861

Web site:
www.hikmatbaalgha.com
www.hamditabligh.net
Email: hikmatbaalgha@yahoo.com

پبلشر: انجینئر مختار فاروقی
طابع: محمد فیاض، مطبع: سلطان باہو پریس فوارہ چوک جھنگ صدر

اَلْکَلِمَۃُ الْحِکْمَۃُ ضَالَّۃُ الْمُؤمِنِ فَحَیْثُ وَجَدَ ھَا فَھُوَ اَحَقُّ بِھَا(ترمذی)

حکمت کی بات بندۂ مومن کی گم شدہ میراث ہوتی ہے جہاں کہیں بھی وہ اس کو پائے وہی اس کا حقدار ہے

مشمولات

1	قرآن مجید کے ساتھ چند لمحات		3
2	بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چند لمحات		5
3	حرفِ آرزو 8 مارچ (عورت مارچ / آزادی مارچ)	انجینئر مختار فاروقی	6
4	تصویر اِک فتنۂ عالمگیر (2)	احسن عزیز شہید	10
5	الارض (قرآن حکیم کی روشنی میں) (3)	ڈاکٹر محمد سرشار خان	21
6	حکومت کے مجوزہ یکساں نصاب کا ایک جائزہ	پروفیسر محمد حسین	33
7	مسلم معاشرے میں مغرب زدہ خواتین......	محمد منظور انور	43
8	خصوصی اشاعت پر اہل علم کے تاثرات		49
9	تبصرہ وتعارف کتب		60
10	قبولِ اسلام کے دو واقعات	فیاض عادل فاروقی	64

ماہنامہ حکمت بالغہ میں قلمی تعاون کرنے والے حضرات کے مضامین معلومات کے تبادلے اور وسیع تر انداز میں خیر کے حصول اور شر سے اجتناب کے لیے چھاپے جاتے ہیں اور ادارے کا مضمون نگار حضرات سے تمام جزئیات میں اتفاق ضروری نہیں۔

(ادارہ) یہ رسالہ ہر ماہ کی پہلی تاریخ کو حوالہ ڈاک کر دیا جاتا ہے۔ نہ ملنے کی صورت میں 10 تاریخ تک دفتر رابطہ فرمائیں 10 تاریخ کے بعد رسالہ ارسال نہیں کیا جائے گا

قرآن مجید

کے ساتھ

چند لمحات

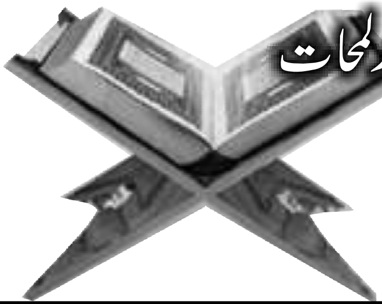

(02) اَعُوۡذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیۡطٰنِ الرَّجِیۡمِ (آیات 84-86)

سورۃ البقرۃ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ

وَاِذۡ اَخَذۡنَا مِیۡثَاقَکُمۡ لَا تَسۡفِکُوۡنَ دِمَآءَکُمۡ

اور (اے بنی اسرائیل! یاد کرو)

جب ہم نے تم سے عہد لیا کہ آپس میں کُشت وخون نہ کرنا

وَ لَا تُخۡرِجُوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ مِّنۡ دِیَارِکُمۡ

اور اپنوں کو ان کے وطن سے نہ نکالنا

ثُمَّ اَقۡرَرۡتُمۡ وَ اَنۡتُمۡ تَشۡہَدُوۡنَ ﴿۸۴﴾

تو تم نے اقرار کرلیا اور تم (اس بات کے) گواہ ہو

ثُمَّ اَنۡتُمۡ ہٰۤؤُلَآءِ تَقۡتُلُوۡنَ اَنۡفُسَکُمۡ

پھر تم وہی ہو کہ اپنوں کو قتل بھی کر دیتے ہو

وَتُخۡرِجُوۡنَ فَرِیۡقًا مِّنۡکُمۡ مِّنۡ دِیَارِہِمۡ

اور اپنے میں سے بعض لوگوں کو وطن سے نکال بھی دیتے ہو

تَظٰهَرُوْنَ عَلَيْهِمْ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ
ان پر گناہ اور ظلم سے چڑھائی کرکے

وَاِنْ يَّاْتُوْكُمْ اُسٰرٰى تُفٰدُوْهُمْ
اور اگر وہ تمہارے پاس قید ہو کر آئیں تو بدلہ دے کر ان کو چھڑا بھی لیتے ہو

وَهُوَ مُحَرَّمٌ عَلَيْكُمْ اِخْرَاجُهُمْ
حالانکہ ان کا نکال دینا ہی تم کو حرام تھا

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ
(یہ) کیا (بات ہے کہ) تم کتاب (اللہ) کے
بعض احکام کو تو مانتے ہو اور بعض سے انکار کیے دیتے ہو

فَمَا جَزَآءُ مَنْ يَّفْعَلُ ذٰلِكَ مِنْكُمْ
تو جو تم میں سے ایسی حرکت کریں ان کی سزا اور کیا ہو سکتی ہے

اِلَّا خِزْيٌ فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا
اس کے سوا کہ دنیا کی زندگی میں تو رسوائی ہو

وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُرَدُّوْنَ اِلٰٓى اَشَدِّ الْعَذَابِ
اور قیامت کے دن سخت سے سخت عذاب میں ڈال دیے جائیں

وَ مَا اللّٰهُ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ﴿۸۵﴾
اور جو کام تم کرتے ہو اللہ ان سے غافل نہیں

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اشْتَرَوُا الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا بِالْاٰخِرَةِ
یہ وہ لوگ ہیں جنھوں نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی خریدی

فَلَا يُخَفَّفُ عَنْهُمُ الْعَذَابُ وَلَا هُمْ يُنْصَرُوْنَ ﴿۸۶﴾
سو نہ تو ان سے عذاب ہلکا کیا جائے گا اور نہ ان کو (اس طرح کی) مدد ملے گی

صَدَقَ اللّٰهُ الْعَظِيْمُ

قَالَ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وسلم

بارگاہِ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں چند لمحات

سِتٌّ مِنْ أَشْرَاطِ السَّاعَةِ:

چھ چیزیں قیامت کی نشانیوں میں سے ہیں:

مَوْتِی ، وَ فَتْحُ بَيْتِ الْمَقْدِسِ

(۱) میری موت اور (۲) بیت المقدس کی فتح

وَ مَوْتٌ يَأْخُذُ فِي النَّاسِ كَقُعَاصِ الْغَنَمِ،

اور (۳) ایک موت جو لوگوں کو ایسے پکڑے گی جیسے بکریوں کی قعاص بیماری

(یہ ایک بیماری ہے جس کے لگنے سے جانور اچانک مرجاتا ہے)

وَ فِتْنَةٌ يَدْخُلُ حَرْبُهَا بَيْتَ كُلِّ مُسْلِمٍ،

اور (۴) ایسا فتنہ جس کی لڑائی ہر مسلمان کے گھر میں داخل ہو جائے گی،

وَأَنْ يُّعْطَى الرَّجُلُ أَلْفَ دِينَارٍ فَيَتَسَخَّطَهَا،

اور (۵) یہ کہ آدمی کو ہزار اشرفیاں دی جائیں گی تو وہ اس کو بھی کم سمجھے گا

وَأَنْ تَغْدِرَ الرُّوْمُ فَيَسِيْرُوْنَ فِيْ ثَمَانِيْنَ بَنْدًا ،

اور (۶) یہ کہ رومی غداری کریں گے پھر وہ اسّی جھنڈے لے کر چلیں گے

تَحْتَ كُلِّ بَنْدٍ اثْنَا عَشَرَ أَلْفًا

ہر جھنڈے کے نیچے بارہ ہزار کی فوج ہوگی

(مسند احمد ، عن معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ)

الجَامِعُ الصَّغِیر فی احادیث البشیر والنذیر ، للامام جلال الدین السیوطی رحمہ اللہ

؎ زندگی در جستجو پوشیدہ است
اصل اُو در آرزو پوشیدہ است
علامہ اقبال

8 مارچ عورت مارچ آزادی مارچ

انجینئر مختار فاروقی

ہے خبر گرم کہ 8 مارچ کو عورت کا آزادی مارچ ہوگا۔ کیا یہ مارچ 'اپوزیشن' حکومت کے خلاف کرا رہی ہے؟ کیا یہ مارچ حکومت کا SPONSORED ہے؟ کیا اس مارچ کے پیچھے حکومت کے بہی خواہ ہیں؟ کیا اس مارچ کی پشت پر کوئی 'مافیا' ہے؟ کیا اس مارچ میں شریک ملک کی محنت کش خواتین ہیں؟ کیا اس مارچ کے پردے میں کوڑے کے ڈھیروں میں رزق تلاش کرنے والے طبقے کی خواتین ہیں؟ کیا اس مارچ کے پس پردہ ملک کی اشرافیہ اور HAVE'S کی خواتین ہیں؟ کیا حکومت اس بے ہودہ مارچ کو (گذشتہ سال کی 'ہسٹری ریکارڈ' اور 'پولیس ریکارڈ' کی بنیاد پر) روکنے کا ارادہ رکھتی ہے؟ کیا یہ مارچ وزیر اعظم صاحب کے ریاست مدینہ کے بیانیے کے پہلے TRAILOR کے طور پر سامنے لایا جا رہا ہے؟

پاکستان کے کسی مسلمان شہری تو کیا، قابل احترام غیر مسلم اقلیتوں کے پاس بھی اس مارچ کا کوئی جواز نہیں ہے۔ پھر بھی گذشتہ سال کی طرح 8 مارچ کا سورج طلوع ہوگا، ہر شخص اخبارات، ٹی وی، ٹاک شوز، اشتہارات، واٹس ایپ پر ہر طرح کی ناگفتہ بہ بے ہودگی دیکھے گا، توبہ توبہ کرے گا، کانوں کو ہاتھ لگائے گا مگر اس آزادی مارچ پر کوئی تنقید یا حکومتی آئینی تقاضوں یا ملکی قانون کے مطابق کسی انضباطی کارروائی (DISCIPLINARY ACTION) کا اقدام کرنے والا نظر نہیں آئے گا۔

◐ ہمارے ملک میں خدانخواستہ زلزلہ آجائے، سیلاب آجائے، کوئی آسمانی آفت آجائے کوئی بڑا حادثہ ہوجائے تو عزت مآب صدرِ پاکستان، وزیراعظم پاکستان، تمام قابل ذکر حکومتی اور اپوزیشن کے نمائندے اس کی مذمت کریں گے اور اظہار افسوس کریں گے، اگر بہت زیادہ جانی نقصان ہوجائے تو تعزیت کریں گے، متاثرین کے گھر جائیں گے، بڑی بڑی رقوم تقسیم کریں گے اور اس سانحہ کے متاثرین کے غم میں شریک ہونے پر فخر کریں گے۔

◐ کیا کہیے اس بے حسی پر کہ پوری قوم پر 8 مارچ 2019ء کا دن بھی گذر گیا جہاں قومی حمیت و غیرت کا جنازہ اُٹھ گیا عورت کی عزت پامال ہوگئی اور تقدیس نسواں نیلام کردی گئی۔ اب 8 مارچ 2020ء بھی بڑے اہتمام سے منانے کے چرچے ہیں بعض صحافی، اہل قلم اور دانشور حضرات اس کی تفصیلات جان کر اور پھیلا کر محظوظ بھی ہو رہے ہیں مگر بقول شاعر ع جانے نہ جانے گل ہی نہ جانے، باغ تو سارا جانے ہے، کے مصداق، حکومتی مشنری اور وزیراعظم صاحب کے کانوں پر کوئی جوں بھی رینگتی محسوس نہیں ہو رہی کہ اخلاقی اور قانونی سطح پر حضرت محمد ﷺ کی تعلیمات کا مذاق اُڑایا جائے گا، بانیانِ پاکستان اور شہداء ہجرتِ پاکستان کی روحوں کو تڑپایا جائیگا۔

◐ گذشتہ سال کی طرح اس سال بھی (جیسا کہ اس مارچ کی اُٹھان ہے اور اس کے چرچے ہیں) 8 مارچ کا دن آئے گا اور یہ طوفانِ بدتمیزی ملک کے پرنٹ میڈیا اور سکرین پر خدابیزاری، وحی بیزاری، محمد ﷺ دشمنی، انسان دشمنی اور اخلاق دشمنی کا تعفّن پھیلا کر رخصت ہوجائے گا مگر ایسی بے ہودگی کے خلاف کوئی ایکشن لینا اور PRE-EMPT کرنا ہمارے ملکی آئینی اداروں، وفاقی و صوبائی حکومتوں، وزارتوں، علماء، حکمران اور حزبِ اختلاف طبقہ میں سے کس کی ذمہ داری ہے؟ یہ کڑوا سچ نہ آج کوئی بتا رہا ہے اور نہ 8 مارچ کے بعد ہی بتا پائے گا۔

◐ کہتے ہیں کہ ملکی عدلیہ کے سربراہ کے پاس ایسا اختیار ہوتا ہے کہ وہ ملکی نظم و نسق، انسانی حقوق اور آئینی بغاوت پر کسی یقینی متوقّع صورت حال پر SUO MOTO ایکشن لے سکتے ہیں۔

اُمّت محمدیہ ﷺ کے اخلاق، کردار، خاندان، شرافت، عفّت، عصمت اور شرم و حیا کا جنازہ اُٹھ جائے اور حکومت پاکستان کے ذمہ داران سب کچھ اپنے کانوں سے سن کر اور آنکھوں سے دیکھ بھی کوئی عملی اور قولی اقدام نہ کریں تو اس صورت کا اشارہ کس طرف ہوگا۔ اس کے لیے

خادمین الحرمین الشریفین یا اندرونِ ملک خادمین دین مبین یا سیکرٹری جنرل اقوام متحدہ سے رابطہ کرنے کی ضرورت نہیں ___ بلکہ یہ بات عیاں ہوجائے گی کہ

ع غیرت نام تھا جس کا گئی تیمور کے گھر سے

◐ ہمارے نزدیک ریاست پاکستان کے تمام ستون اس ملک کے آئین کے محافظ ہیں، اس ملک کی 96% سے زیادہ مسلم آبادی کو اسلام کے مطابق زندگی گذارنے کا ماحول پیدا کرنے، اس کو MAINTAIN کرنے اور اس میں خلل اندازی کے مواقع کو روکنے کے ذمہ دار ہیں۔ اسی اصول کے تحت ہماری معیشت ہونی چاہے، اسی اصول کے مطابق ہمارا سماجی ڈھانچہ ہونا چاہے، اسی ضابطے کا پابند ہمارا نظام تعلیم ہونا چاہیے، اسی ضابطے کے محافظ کالجوں، یونیورسٹیوں سے نکلنے چاہئیں اور اسی جذبے کے متوالے ہمارے دینی مدارس سے فارغ التحصیل طلباء ہونے چاہئیں۔

◐ ملک کے مسلمان عوام اپنے خون پسینے کی آمدنی سے ٹیکس دیتے ہیں جس سے فوج کا ریاستی ستون قائم ہے، اسی عوامی خرچ پر عدلیہ کا ادارہ قائم ہے اور عزت کی زندگی ان کو نصیب ہے، انہی عوامی ٹیکسوں سے تمام ممبران قومی وصوبائی اسمبلی تنخواہ اور مراعات لیتے ہیں، اسی سے ہمارے مرکزی وصوبائی سرکاری ملازمین اور اعلیٰ بیوروکریسی (بشمول پولیس، تفتیشی و تحقیقی ادارے اور ملکی سلامتی کے دیگر ادارے) کے ذی وقار افراد کو مشاہروں اور تازیست پنشن کی ادائیگیاں ہوتی ہیں۔ کیا یہ ادارے اور ان کے دانشور اعلیٰ تعلیم یافتہ عالی دماغ اس مسئلہ پر غور کرنے کو تیار ہیں کہ آئندہ 8 مارچ کے آزادی مارچ کو ملکی نظریاتی اور آئینی حدود کا پابند بنانا بھی ان کی ذمہ داری ہے جس کے لیے وہ عوام کے سامنے بھی اور آخرت میں اللہ تعالیٰ کے سامنے بھی جواب دہ ہوں گے۔

◐ ہمارے نزدیک پاکستان کی موجودہ صورت حال مغربی بالادستی کے پردے میں نیو ورلڈ آرڈر، جو دراصل جیو ورلڈ آرڈر (JEW WORLD ORDER) ہے، کی خفیہ منصوبہ بندی کا حصّہ ہے (جس کو اس ویب ایڈریس پر دیکھا اور پڑھا جاسکتا ہے www.freedomfighte rs foramerica.com/illuminati_-_the_real_world_danger)۔ اس منصوبہ بندی کے مطابق سیاسی اور معاشی طور پر ہم مغربی جکڑبندیوں اور UNO کے منافقانہ ضابطوں (کہ اس جمہوری دور میں بھی پانچ عالمی طاقتیں مستقل ارکان ہیں اور VETO کی طاقت کی حامل ہیں جو

فرعون کی طرح خدائی کی دعویدار ہیں اور خدا بیزار، اسلام دشمن، وحی دشمن، انسان دشمن، علم دشمن اور اخلاق دشمن ہیں اور UNO پر خونخوار بھیڑیوں کی طرح مسلط ہیں) میں پھنسے ہوئے ہیں۔ سماجی سطح پر باقی دنیا کے معاشروں کے برعکس ہم مسلمان اس JWO کے راستے کی واحد رکاوٹ ہیں۔

◐ سینما کی ایجاد کے بعد تصویر، کیمرہ، فلمیں، ٹی وی، ویڈیو، VCR، کمپیوٹر اور اب iPHONE کے ذریعے یہ بے حیائی ہر گھر اور ہر BEDROOM میں قدم جما چکی ہے، 8 مارچ کا عورت مارچ یا آزادی مارچ اسی سلسلے کی اگلی قسط ہے تاکہ وہ مسلمان مرد اور خواتین جو ابھی کسی اسلامی ضابطے اور اصول کے پابند نظر آتے ہیں، ان کو بھی ان ابلیسی طریقوں سے اپنی طرف راغب کر کے ابلیسی صہیونی عالمی حکومت کے 'خواب' کو ایک حقیقت کا روپ دیا جا سکے۔

خلاصۂ کلام یہ ہے کہ پاکستان کے تمام ریاستی ستون بشمول انتظامیہ، مقنّنہ، عدلیہ، فوج اور میڈیا کو اپنی آئینی حدود کے اندر رہ کر اس ملک کی نظریاتی سرحدوں کی اس طرح حفاظت کرنی لازم ہے جس طرح ملکی جغرافیائی حدود کی حفاظت ضروری ہے۔ اس ضمن میں نظریۂ پاکستان ٹرسٹ، قائداعظم ٹرسٹ اور اقبال اکیڈمی جیسے اداروں کو بھی اپنی 'خودی' پہچاننی چاہیے اور علامہ اقبال اور قائداعظم کے اس دیس کو ان کے خوابوں، ارمانوں، تقریروں اور اقوال کے مطابق ڈھالنے کی کوشش کرنی چاہیے۔

؎ چمن کے مالی اگر بنالیں موافق اپنا شعار اب بھی
چمن میں آ سکتی ہے پلٹ کر چمن سے روٹھی بہار اب بھی

اگر مغرب کا پھیلایا ہوا بے حیائی کا یہ اخلاقی وائرس کنٹرول نہ کیا گیا تو یہ پورے ملک بلکہ پورے عالم اسلام کو اپنی لپیٹ میں لے سکتا ہے۔ یہ شعر ہے تو ایک بدنامِ زمانہ شخص کا، مگر ہے مسلمانانِ پاکستان کے حالات کے عین مطابق، کہ ذمہ داران کے کرنے کا کام یہی ہے ؎

اے بے خبر! بخدمت قرآں کمر بہ بند زاں پیشتر کہ بانگ برآید، فلاں نہ ماند

اس سے پہلے کہ ہمارے جنازے کا اعلان ہو، قرآن مجید کے حقوق کی ادائیگی میں اپنے آپ کو کھپا دینے میں کامیابی ہے تاکہ ملکی سطح پر اسلامی تعلیمات کا بول بالا ہو جائے۔ آمین

تصویر اِک فتنۂ عالمگیر

صفحات: 128 قیمت: Rs.200

ناشر: ادارہ مبشرات،

پوسٹ بکس نمبر 126، I-10، اسلام آباد

فتنۂ تصویر ___ پیش منظر!

مَاذَا خَسِرَ الْعَالَمُ بِانْتِشَارِ التَّصْوِیْرِ؟

(دوسری قسط)

تالیف: جناب احسن عزیز شہید

اگر کوئی یہ سوال کرے کہ دنیا نے جان دار اشیاء کی تصویر سے کیا کھویا؟ کیا پایا؟ تو اس کا مختصر جواب یہی ہے کہ جو کھویا، وہ بھلائیوں کے سوا کچھ نہ تھا اور جو پایا وہ برائیوں کے علاوہ کچھ نہیں ہے! بات یہ ہے کہ اگر ایمان، حیاء، عفت وعصمت، قلب ونظر کی حفاظت، شرافت ونجابت، اخلاص وللّٰہیت، زُہد وقناعت اور مقصد حیات میں یک سوئی اور عبادت میں انہماک ___ زندگی میں کسی حقیقی اور مطلوب محاسن کے نام ہیں، یقیناً تصویری تمدن ان سبھی پاکیزہ صفات کا قاتل ہے!

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ گزشتہ صدی میں آنے والا تصویری انقلاب، مغربی فکر وفلسفے کے اِبلاغ کا عظیم ترین وسیلہ بن گیا۔ اور جب اہل مغرب نے اس بصری ابلاغیات کے جادوئی نتائج دیکھے تو وہ پوری شدت سے اس سائنسی انقلاب کو دنیا پر مسلط کرنے لگے۔ تاریخ کے دیگر بہت سے شیطانی انقلابات کی طرح اس میدان میں بھی یہودی ذہن کی کارفرمائیاں پیش پیش رہیں۔ بڑا ہدف یہ نہ تھا کہ لوگ عیسائی ہو جائیں یا صہیونیت کے علم بردار بن رہیں، بلکہ یہ تھا کہ سب ان کے جیسے دنیا پرست ہو جائیں اور ظاہر وباطن میں ان کو نمونہ و مثال بنالیں۔ گویا سب دنیا والے دنیا کو دیکھیں، سمجھیں اور برتیں ___ لیکن اسی طرح جیسے خود انھوں نے اسے دیکھا، سمجھا اور برتا ہے چاہے ان ناظرین کا ''مذہب'' بظاہر کچھ بھی رہے۔ یوں

تصویری سائنس ـــــ ذہن مغرب اور اس کی دعوت کو (جن میں سر فہرست ''آزادی'' ہے) ـــــ پوری دنیا میں منتقل کرنے کا واسطہ (میڈیا) بن گئی، اور وہ جو فرمایا گیا تھا کہ:

لَتَتبَعُنَّ سَنَنَ مَنُ كَانَ قَبُلَكُمُ شِبُرًا شِبُرًا وَذِرَاعًا بِذِرَاعٍ، حَتّٰى لَوُ دَخَلُوا جُحُرَ ضَبٍّ تَبِعتُمُوهُمُ، قُلُنَا: يَا رَسُولَ اللّٰهِ، اليَهُودُ وَ النَّصَارٰى؟ قَالَ: فَمَنُ؟ (البخاری، کتاب الاعتصام)

''یقیناً تم لوگ اپنے سے پہلے لوگوں کے طور پر طریقوں کی بالشت بہ بالشت اور گز بہ گز پیروی کرو گے حتیٰ اگر وہ گوہ کے بل میں داخل ہوئے ہوں گے تو تم اس میں بھی ان کی پیروی کرو گے۔ ہم نے عرض کیا: یارسول اللہ! کیا یہود نصاریٰ کی (پیروی)؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تو اور کس کی؟''

تو یوں ان کفار کو اپنے تشبّہ اور پیروی پر اکسانے کے لیے ایک مؤثر ترین بصری و نفسیاتی جال میسر آ گیا۔

جدید جاہلیت اور عالمی سرمایہ داری نظام کی دعوت، چونکہ اپنے پھیلاؤ کے لیے بڑی حد تک جاہلی صحافت خصوصاً بصری میڈیا کی رہین منّت ہے، اس لیے ملت کفر اپنے جن افکار و اعمال سے صدیوں تلک اُمت حق کو متاثر نہ کر سکی، وہ کام اس میڈیا نے چند برسوں میں کر دکھایا، نقل کفر کفر نہ باشد ـــــ حال یہ ہوا کہ ایک جدید جاہلی شاعر کے الفاظ میں

وہ بتوں نے ڈالے ہیں وسوسے کہ دلوں سے خوفِ خدا گیا
وہ پڑی ہیں روز قیامتیں کہ خیالِ روز جزا گیا

مغربی فکر و فلسفہ، کہ جس کی بنیادیں آسمانی مذاہب کو عملی زندگی سے بے دخل کر کے رکھی گئیں، نے معاشرے میں موجود انسانوں کو مومن، کافر، فاسق، فاجر، زندیق کے بجائے محض ایک ''انسان'' قرار دے کر اس کو اپنے ''حقوق'' میں یکساں رتبہ دیا، اور اختیارِ مذہب، انتخابِ زوج، اظہارِ بیان، پسند و ناپسند کے معیارات اور ردّ و قبول کے جملہ حقوق کی تعیین کے لیے انسان ہی کو مطلق العنان قرار دیا۔ پھر اسی نفسانیت کو ''انسانی حقوق'' کی اصطلاح ایجاد کر کے خوش نما بنایا، اور اس طرح پوری انسانی زندگی کو اس نفس پرستی کے حوالے کر دیا۔

''اپنی ذہانت کو من چاہے انداز میں پوری جرأت وآزادی سے استعمال کرنا''ــــــ جدید مغربی فکری کا اساسی عقیدہ ہے اور بصری میڈیا اس کے اظہار و ترویج کا اب تک کا دستیاب ـــــ کامل و شامل ذریعہ ہے۔ اسی کے بل بوتے پر انھوں نے دنیا میں اپنی دھاک بٹھانے اور عامّۃ الناس کو ذہنی مرعوبیت اور فکری غلامی میں مبتلا کرنے کے منصوبے بنائے۔ ایک چھوٹی سی مثال صلیبی مقبوضہ افغانستان کی، ہمارے سامنے ہے کہ جہاں دور دیہاتوں میں بھی عالمی صلیبی حملے کے سبب، دو وقت کی روٹی، اور تن ڈھانکنے کے کپڑے پوری طرح میسر نہیں لیکن گھر گھر شمسی تختیوں (سولر پینل) اور چھوٹے بجلی گھروں کے ساتھ ساتھ 'ڈش' اور ٹی وی کی فراہمی مسلسل جاری ہے، تاکہ جدید تمدن سے دور اس بدوی معاشرے کو وہیں لا کھڑا کیا جائے جہاں وہ باقی مسلم دنیا کو پہلے ہی پہنچا چکے ہیں۔

''حمیت نام ہے جس کا، گئی ''ہر ایک'' کے گھر سے!''

تصویری صنعت، جاہلیت جدیدہ کا وہ زقُّوم ہے جس کے کھلائے ہوئے برگ و بار سے آج انسانیت چیخ رہی ہے۔ ایک ایسا شجر خبیثہ، جس کے کڑوے پھل نے ملت کے کروڑوں جوانوں سے ان کے قلب ونظر کی پاکیزگی چھین لی، اس کی بیٹیوں کی آنکھوں سے حیاء نکال دی۔ ہر گھر تھیٹر بن گیا، ہر آنکھ آزاد و بے باک ہوگئی ـــــ آج جو شخص جتنا اس میں کھبا ہوا ہے اتنا ہی متحیر، مرعوب، بلکہ (اکثر) مخبوط الحواس ہے۔ غیر حقیقی عالم دیکھ دیکھ کر وہ خود سراپا فسانہ، کارٹون ملاحظہ کر کر کے اس کے بچے کارٹونوں ہی کی طرح بدتمیز، اداکاروں اور اداکاراؤں (ان ''متحرم'' اصطلاحات کی جگہ فحشاء و فاحشات زیادہ موزوں الفاظ ہیں ـــــ) کی بصری صحبت اور ہم نشینی اختیار کر کے وہ خود (حسب احوال) ایسے ہی رومانوی کرداروں میں ڈھل چکا ہے!

جب نسل نو کی ہر صبح کا آغاز اور شام کا اختتام، لیلیٰ مجنوں کی ایک نئی داستان دیکھ سن کر ہوتا ہو تو ہر صبح اپنے ان بچوں کے اخلاق و کردار کے بارے میں فکر مند ہونا ـــــ اور اس مقصد کے لیے لمبی چوڑی دعائیں کرنا کیا معنی رکھتا ہے؟ کوٹ کوٹ کے پلانا اور پھر یہ تقاضا کہ نشہ نہیں چڑھنا چاہیے!! ـــــ دیوانگی نہیں تو اور کیا ہے؟

آج ہمیں اپنے معاشروں میں جو اخلاقی زوال، بے مقصدیت، فضول گوئی اور شرم و

حیا کا جنازہ اُٹھتا ہوا دکھائی دیتا ہے، یہ سب ایک دن میں تو نہیں ہو گیا۔ اس کے پیچھے دیگر اسباب مثلاً یورپی غلامی اور انگریزی نظامِ تعلیم کے ساتھ ساتھ ایک بڑا ہاتھ قریباً ڈیڑھ صدی کی تصویری صنعت کی محنت کا بھی ہے۔ اور بقول ایک صاحب علم کے اگر تصویر کو آج زندگیوں میں سے نکال باہر کر دیا جائے تو شیطان کا حصہ کم ہی باقی رہ جاتا ہے۔ فلم اور تھیٹر کی آمد سے پہلے ہندوستان تا عربستان اس بات کا تصور بھی نہیں کیا جا سکتا تھا کہ بے پردگی، عریانیت اور معاشرتی بگاڑ مسلم معاشروں میں اس درجے سرایت کر جائے گا۔ اب اس شر نے تھیٹر سے نکل کر ہر گھر میں ڈیرے ڈال لیے ہیں۔ آخر ہمارے معاشروں میں خواتین کے ڈھیلے ڈھالے ساتر لباس کی جگہ ''کاسیات عاریات'' ''لباس پہنے ہوئے بھی برہنہ'' ـــــ ایسے چلتے پھرتے جو نمونے دکھائی دیتے ہیں، ان کا فروغ تصویری دنیا ہی کا رہین منّت ہے۔ یقین رکھیئے کہ کل آپ کی بچی وہی لباس پہننا چاہے گی جو آج وہ کسی بے لگام عورت کو پہنے ہوئے دیکھ رہی ہے، آپ کی بہن کا آئیڈیل وہی کچھ ہے جو اسے صبح شام چھوٹی بڑی سکرین پر نظری آتا ہے، اور آپ کی شریک حیات کو ـــــ آپ کو سمجھنا چاہیے ـــــ وہی کچھ بھلا لگے گا! جو آپ نے اسے دکھایا ہے! کس قدر غیرت کے منافی ہے یہ بات کہ ہم نے اپنی اور اپنے گھر بھر کی آنکھوں کو، جنھیں ایک روز دیدارِ الٰہی سے فیض یاب ہونا تھا، فساق کے پھیلائے ہوئے غبار کے آگے کھول دیا۔ ہماری سچی شریعت ہمیں قائل نہ کر سکی لیکن ان کے جھوٹے کھلونے ہمیں بہلا پھسلا گئے۔

ایک تہائی زندگی یونہی رائیگاں جا رہی ہے!

ایک زمانہ تھا کہ ہمارے اسلاف اپنے بچوں کو 6-7 سال کی عمر میں قرآن مجید کا حفظ مکمل کرا چکنے کے بعد عالی علوم کی تحصیل کے مرحلوں میں ڈال دیتے تھے۔ لیکن اب..........؟! میں اس چھوٹے سے معصوم، مگر ذہین فطین بچے کا نوحہ کیسے لکھوں جس کے طبیب والدین اسے حافظ قرآن بنانے کی ''آرزو'' رکھتے تھے لیکن جب میں نے، والد کے سامنے بچے سے اس بات کا اظہار کیا تو وہ بول اٹھا کہ ''اب اس دل کا میں کیا کروں کہ جو قرآن میں لگتا نہیں، بلکہ (کمپیوٹر کی طرف اشارہ کر کے کہا کہ) اس میں لگتا ہے؟!'' یہی منظر آج کم و بیش ہر مسلم گھرانے کا ہے۔

آخر کوئی تو وجہ ہے کہ ہمارے جوان ابن قاسمؒ و طارقؒ نہ بن پائے، مجاہدین اہل ایمان

کی آنکھوں کی ٹھنڈک نہ بن سکے، بیٹیاں خولہؓ وخنساءؓ ورابعہؒ سیرت نہ رہیں، ہمارے دانش ورکوتاہ نظر ہوگئے ____؟! ظاہر ہے ان سب طبقاتِ اُمت کو اس دجالی میڈیا، ٹی وی چینلوں، انٹرنیٹ اور ویڈیو چیٹنگ، یا پھر خود اپنی ہی بنائی ہوئی فلمیں دیکھنے سننے نے اتنی فرصت ہی کہاں دی؟

عبادت کے لیے تو وقت چاہیے، نورِ علم تو ربانی علماء کی اقتداء میں چل کر نصیب ہوتا ہے، عالی اخلاق اہل اللہ کی صحبتیں اٹھانے سے بنتے ہیں، اِنابت اِلی اللہ اور دور اندیشی تو ذہنی یک سوئی کے متقاضی ہوتے ہیں، حقوق اللہ اور حقوق العباد تو جب ہی ادا ہو سکتے ہیں کہ دل و دماغ کسی آلودگی میں کھوکر اپنی جمعیت نہ کھو بیٹھیں! ____ لیکن آپ ہی سوچیے کہ روزانہ اوسطاً چھے تا آٹھ گھنٹے ٹی وی، ویڈیو یا کمپیوٹر 'اسکرین' کے آگے بیٹھے ہوؤں کو کیا پتہ چلے کہ وقت جاتا کہاں ہے؟ دیکھیے یہ زندگی کا ایک تہائی حصہ بنتا ہے (گویا ساٹھ سالہ عمر میں سے بیس سال!) جو اکثر یونہی بہہ جاتا ہے! جب کہ باقی دو تہائی وقت اس منظر بازی کی نحوست کے زیر اثر رہتا ہے۔ آخر آج کا انسان اپنے رب کے دربار میں کیسے کھڑا ہوگا جب اسے اپنے قدم ہٹنے سے پہلے پہلے جواب دینا پڑے گا:

......عَنْ عُمُرِہٖ فِیْمَا اَفْنَاہُ وَ عَنْ شَبَابِہٖ فِیْمَا اَبْلَاہُ...... (الترمذی)

''......اپنی عمر سے متعلق کہ اسے کن چیزوں میں گنویا؟ اور اپنی جوانی سے متعلق کہ اسے کدھر اور کن چیزوں میں کھپایا؟......''

اور جب کہ مخبرِ صادق ﷺ کا یہ فرمان بھی کہ:

لَیْسَ یَتَحَسَّرُ اَھْلُ الْجَنَّۃِ اِلَّا عَلٰی سَاعَۃٍ مَرَّتْ بِھِمْ وَ لَمْ یَذْکُرُوا اللّٰہَ تَعَالٰی فِیْھَا (الطبرانی)

''اہل جنت کو کسی چیز پر حسرت نہ ہوگی، سوائے اس گھڑی کے جو انھوں نے گزاری تو تھی لیکن اس میں اللہ تعالیٰ کو یاد نہیں کیا تھا''۔

تو آخر ہم یہ احساس کب کریں گے کہ ان دجالی ابلاغیات نے ہم سے ہمارا وقت چھین لیا ہے، ہماری توجہات کا بٹوارہ کردیا ہے۔ حالانکہ مقاصدِ حسنہ میں یک سوئی ہی ہماری فلاح کی ضمانت ہے! اور وقت ہی ہماری زندگی ہے، یہی ہمارا راس المال ہے جسے صحیح خرچنے پر ہمیں

آخرت کے دائمی خزانے ملیں گے۔ سارے انبیاء علیہم السلام وصلحائے کرام تو اسی غم کی دھائی دیتے دنیا سے تشریف لے گئے۔ اس کے برعکس وہ جاہلی فلاسفہ جو آخرت طلبی کے مقابلے میں حب دنیا کی دعوت لے کر اٹھے___ اور جنھوں نے اپنے تخیل کی طاقت سے 'یٹوپیا' کے 'مغربی ایڈیشن' کو گھڑا___ پھر ان کے فکری جانشینوں نے میڈیا کے ذریعے سے اسے ''حقیقت'' تک کا سفر طے کروانے کے لیے دن رات ایک کر دیے___ اور ہم کھلی آنکھوں اُن کے پیچھے چل دیے۔ وا اَسفا!

ادھر وَجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا وَجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا (النبا:10-11) ''اور رات کو پردہ مقرر کیا اور دن کو معاش کا وقت قرار دیا'' فرما کر روز وشب کی جو فطری تقسیم بتلائی گئی تھی وہ اس سماج میں بے معنی ٹھہری، راتیں جاگنے لگیں اور دن خوابیدہ ہو گئے۔ بُوْرِكَ لِأُمَّتِيْ فِيْ بُكُوْرِهَا (الطبرانی) (میری امت کی صبحوں میں برکت دے دی گئی) کی جو نوید بارگاہِ رسالت مآب ﷺ سے اہل ایمان کو سنائی گئی، تصویری وابلاغی جاہلیت نے اُمت کے بڑے حصے کو ان برکتوں سے محروم کر دیا۔ چنانچہ آج اُمت کے جوانوں کی عظیم اکثریت دنوں کو سوتی اور راتوں کو جاگتی ہے۔ یہی حال بڑے شہروں کے بازاروں کا ہے، جو اکثر نصف دن کے قریب ہی کھلتے ہیں۔

مسحور نگاہیں، مرعوب دل، مفتون دماغ

اس دجالی صنعت کا غبار جس جس شعبہ ہائے زندگی پر پڑا، وہاں وہاں اشیاء کی حقیقت نظروں سے اوجھل ہوتی گئی اور ظاہریت محضہ آنکھوں میں کُھبتی اور دلوں میں پیوست ہوتی چلی گئی، گویا: الَّذِيْنَ كَانَتْ أَعْيُنُهُمْ فِيْ غِطَآءٍ عَنْ ذِكْرِيْ (الکہف:101) جن کی آنکھوں پر ہماری یاد سے پردہ پڑا ہوا تھا'' کے عملی نمونے انسانی معاشروں میں ہر طرف پھیل گئے۔ آنکھیں جب غافل ہوئیں تو دلوں نے ہونا ہی تھا۔ پس قلوب اس جادوگری کے غلام کیا بنے، وہی معیارِ حق و باطل، اور وہ پیمانۂ ردّ و قبول ذہنوں میں رچ بس گیا جو اس صنعت نے اپنے کیل کانٹوں کے ذریعے پھیلایا۔ ''معروف'' کو ''منکر'' بنا دیا گیا اور ''منکر'' کو ''مزین'' کر کے پیش کیا گیا۔ وہ ساری ناگوارِ طبع اشیاء جن سے جنت کو ڈھانپا گیا ہے آج تصویری دنیا نے انھیں (معنویا) ناقابل عمل قرار دے دیا اور وہ ساری خواہشات کہ جن سے جہنم کو ڈھانپا گیا ہے، اس عالم ''تزویر'' نے انھیں ضروریات زندگی بنا دیا یوں ''تخیل'' کی قلابازیوں نے تحت الثّریٰ میں پڑی چیزوں کو ثریا

سے جاملایا۔ غیبی حقیقتیں جونظر سے ماوراء تھیں ان کی اہمیت کوشعوراً ولاشعوراً گھٹا دیا گیا۔ اس دنیا کے تبصرے، تجزیے اور مذاکرے ہوں یا کھیل تماشے، اور اشتہارات و ''مذہبی'' پروگرامات ____ سبھی نے اس مہم کو سرکیا۔ پھر اس میڈیا کے ناخداؤں نے جس مسئلے پر چاہا اشتعال پھیلایا اور مخصوص طبقات کو بے اعتدالی پر اُکسا کر مطلوبہ نتائج حاصل کئے اور جس قضیئے کے بارے میں چاہا ''کلوروفارم'' سنگھا کر بے حسی کی نیند سلا دیا۔

نتیجتاً ہو کیا رہا ہے؟ ہماری نسلوں کو میڈیا چلا رہا ہے! افراد اپنا شخصی، اور تنظیمیں اپنا اجتماعی لائحہ عمل، میڈیا کو دیکھ کر طے کرتی ہیں، اِلَّا مَنْ رَحِمَ رَبِّیْ۔ جو چیز وہاں سرخیوں میں دِکھ رہی ہو (یا قصداً دکھائی جا رہی ہو) وہ کرنے کے کاموں میں سرفہرست قرار پاتی ہے (چاہے وہ غیر اہم، فروعی یا غیر شرعی ہی کیوں نہ ہو) اور جو خزانہ کہیں قرآن وحدیث اور فقہ کے ذخیروں میں چھپا ہو (بھلے وہ اہم ترین، اصولی اور واجب العین ہی کیوں نہ ہو) چونکہ میڈیا اس کو دِکھا اور اُٹھا نہیں رہا، اس لیے وہ پردوں میں گم نگاہوں سے اوجھل اور فرد و جماعت کی انفرادی و اجتماعی 'پالیسی' سے کوسوں دور رہتا ہے۔ اور یہی اس ''میڈیا بینی'' اور ''میڈیا پرستی'' کا خطرناک ترین پہلو ہے کہ یہ تعلیماتِ دینیہ کے علی الرغم توجہات و ترجیحات کا اپنا ایک مستقل اور الگ نظام قائم کرتا ہے۔ چنانچہ ایسے میں جو یہ چاہے کہ وہ حق پر چلے تو اسے ان دجالی نشریات سے وہی رویہ رکھنا ہوگا جو شرع کو مطلوب ہے۔

لیکن اس کے برعکس جو آنکھیں صبح شام حرام دیکھتی ہوں فُسّاق کی تصویری صحبت میں گھنٹوں تھکتی ہوں، وہ خیر و شر میں کیا تمیز کر پائیں گی؟ مانا کہ دشمن کو جاننا، سمجھنا انتہائی ضروری ہے لیکن کیا اس کے لیے ان کی لگائی تصویری نمائش کے آگے بیٹھے رہنا بھی ضروری ہے؟ کیا یہ ہماری شریعت ہی کی تعلیم نہیں کہ ''دَفْعُ الضَّرر اَوْلٰی من جلب المصلحة'' ''ضرر سے بچنا، مصلحت کے حصول سے اہم تر ہے''۔ حرام اشیاء کو دیکھنے کا یہ ضرر کیا کم ہے کہ رحمتوں سے دوری اور لعنت کا استحقاق لازم آتا ہے: رسول برحق ﷺ کا یہ ارشاد تا قیامت ہمارے لئے زادِ راہ ہے:

لَعَنَ اللّٰہُ النَّاظِرَ وَ الْمَنْظُوْرَ اِلَیْہِ (رواہ البیہقی)

''لعنت فرمائی ہے اللہ تعالیٰ نے دیکھنے والے پر اور اس پر جسے دیکھا جائے''۔

کیسی نادانی ہے کہ ہم غافلوں اور دینا پرستوں کی نظر سے دنیا کو دیکھیں اور جاہلوں سے فہم حاصل کریں؟ عقل کے اندھوں سے نفع ونقصان کے اسباب پوچھیں اور دوست دشمن کی تمیز، پروپیگنڈے کی مشینوں سے حاصل کریں۔ پھر عجب کیا کہ اللہ والے ہمیں انسانیت دشمن اور فرعون والے ہمیں مسیحائے عالم دکھلائی دیں۔

حقیقت یہ ہے کہ جان دار کی تصویر شیطان کا آلہ ٔ ابلاغ ہے جس کے ذریعے سے وہ آج کے دور میں منکرات کو مزین کر کے ہمارے سامنے پیش کر رہا ہے اور اپنا ازلی وعدہ پورا کر رہا ہے،

قَالَ رَبِّ بِمَا اَغْوَيْتَنِى لَاُزَيِّنَنَّ لَهُمْ فِى الْاَرْضِ وَ لَاُغْوِيَنَّهُمْ اَجْمَعِيْنَ O اِلَّا عِبَادَكَ مِنْهُمُ الْمُخْلَصِيْنَ O (الحجر: 39-40)

''اس نے کہا کہ پروردگار جیسا تو نے مجھے رستے سے الگ کیا ہے میں بھی زمین میں لوگوں کے لیے گناہوں کو آراستہ کر کے دکھاؤں گا اور سب کو بہکاؤں گا۔ ہاں ان میں جو تیرے مخلص بندے ہیں ان پر قابو چلنا مشکل ہے''۔

حالاتِ حاضرہ اور معلومات عامہ ہی کے نام پر سہی، جب ہم ڈھیروں ڈھیر آلودگیوں کو سمیٹتے رہیں تو بصارت پر اثر پڑے نہ پڑے آنکھوں کا نور ضرور گم ہو جائے گا! دلوں کا سرور اور ان کی بصیرت یقیناً چھینی جائے گی، کیونکہ اہل تاویل چاہے جتنی ہی تاویلیں کریں زہر اپنا اثر ضرور دکھاتا ہے اور دل ودماغ کو شل کر کے رہتا ہے۔

فَاِنَّهَا لَا تَعْمَى الْاَبْصَارُ وَلٰكِنْ تَعْمَى الْقُلُوْبُ الَّتِىْ فِى الصُّدُوْرِ

''بات یہ ہے کہ آنکھیں اندھی نہیں ہوتیں بلکہ دل جو سینوں میں ہیں وہ اندھے ہو جاتے ہیں''۔(الحج:46)

دل و نگاہِ مسلماں کی بے زری کیا بڑھی
نگار خانۂ بتاں میں ہوگئی رونق

البتہ وہ مسلمان جو اپنے ذوالجلال ربّ سے یہ دعائیں کرتا ہو کہ: اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْاَشْیَاءَ کَمَا ھِیَ ''اے اللہ! ہمیں چیزوں کو ایسا ہی دکھایئے جیسی کہ وہ ہیں'' ـــــ تو ایسا شخص

بے شک حرام ذرائع اور غافل کرداروں کو اپنے فہم وادراک اور شعوری وفکری غذا کا واسطہ کبھی نہیں بنائے گا۔ اور یہ جانے گا کہ حق کو سمجھنے کے لیے وسائل ناحق کا استعمال گندگی کے ڈھیر سے گلاب کشید کرنے کے مترادف ہے۔

دجال کے بارے میں جو تصریحات کتب دینیہ میں منقول ہیں، ان سے پتہ چلتا ہے کہ اس کی بڑی صلاحیت یہ ہوگی کہ حق کو باطل، برائی کو اچھائی بنا کر دنیا والوں کے سامنے پیش کرے گا۔ تلبیس کی یہ صلاحیت اور ساتھ ہی وسائل کائنات پر بے تحاشا اختیارات وتصرفات ــــــ اسے اپنی جھوٹی خدائی کا سکہ جمانے میں خوب مدد دیں گے۔ آنکھیں ان چیزوں سے دھوکہ کھائیں گی اور قلب وذہن اس کی عظمت کے قائل ہو جائیں گے۔

بے شک ہمارا ایمان ہے کہ دجال ایک شخصیت ہے اور اس کا باقاعدہ ظہور دنیا میں ہوگا۔ پھر نصوص سے یہ بھی پتہ چلتا ہے کہ اس کی آواز مشرق ومغرب میں سنی جائے گی۔ نامعلوم اس کے ظہور تک ابلاغیات کی یہ جادوئی صنعت کہاں تک ترقی کر چکی ہو لیکن ظہور دجال سے پہلے ــــــ آج ہی ــــــ ہمیں یہ دِکھتا ہے کہ موجودہ مغربی جاہلیت، کہ لوگ جس کی پیروی میں اپنے اخلاق وایمان تک کھوتے چلے جا رہے ہیں، اس کی آواز وتصویر آج لمحے بھر میں مغرب ومشرق میں پھیل رہی ہے۔ اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ دجال کا یہ فتنہ کب ظہور پذیر ہوگا اور احادیث میں اس کے ابلاغ کی مذکورہ صورت حقیقتاً کیسی ہوگی۔ لیکن بادی النظر میں موجود برقی میڈیا اور دجال کے فتنے کا یہ پہلو (تلبیس) ایک دوسرے سے تال میل کھاتا دِکھتا ہے، واللہ اعلم۔

سوچنا چاہیے کہ کہیں میڈیا بینی کا یہ ثمرہ ــــــ سحر زدہ آنکھیں، مرعوب دل ومفتون دماغ ــــــ کل ہمارے دجالی فتنے میں مبتلا ہونے کا پیش خیمہ نہ بن جائیں؟ ساتھ ہی ذرا یہ بھی سنیے کہ صاحبِ اسرار رسول اللہ ﷺ کیا اطلاع دے رہے ہیں۔

عَنْ حُذَيْفَةَ، قَالَ: ذُكِرَ الدَّجَّالُ عِنْدَ رَسُولِ اللّٰهِ ﷺ فَقَالَ: لَأَنَا لَفِتْنَةُ بَعْضِكُمْ أَخْوَفُ عِنْدِيْ مِنْ فِتْنَةِ الدَّجَّالِ، وَلَنْ يَنْجُوَ أَحَدٌ مِمَّا قَبْلَهَا إِلَّا نَجَا مِنْهَا، وَمَا صُنِعَتْ فِتْنَةٌ مُنْذُ كَانَتِ الدُّنْيَا صَغِيرَةٌ وَلَا كَبِيرَةٌ، إِلَّا لِفِتْنَةِ الدَّجَّالِ (رواه احمد)

’’سیّدنا حذیفہ رضی اللہ عنہ بیان فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے دجال کا ذکر کیا گیا آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ’’دجال کے فتنے سے زیادہ مجھے خود تمھارے بعض افراد کے فتنوں کا ڈر ہے، جو آدمی دجال سے پہلے والے فتنوں سے نجات پا گیا وہ اس کے فتنے سے بھی چھٹکارا حاصل کرلے گا اور ابتدائے دنیا سے جو چھوٹا بڑا فتنہ منظر عام پر آیا وہ فتنہ دجال کی خاطر تھا‘‘۔

پس جو شخص یہ چاہے کہ کل وہ دجال کے فتنے سے بچے، اسے چاہیے کہ وہ آج نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی تعلیمات کو دل وجان سے قبول کرے اور اپنے دور کے ہر فتنے سے بچے۔

اِتباعِ شریعت کا جذبہ دل میں پیدا ہو جائے یہی ہماری دلی خواہش ہونی چاہیے۔ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمیں یہ دعا تعلیم فرمائی ہے جس کا ورد کثرت سے رہنا چاہیے، (اَللّٰھُمَّ اَرِنَا الْحَقَّ حَقًّا وَّارْزُقْنَا اتِّبَاعَہٗ وَ اَرِنَا الْبَاطِلَ بَاطِلاً وَّ ارْزُقْنَا اجْتِنَابَہٗ) ’’اے اللہ! ہمیں حق کو حق ہی دکھلائیے اور اس کی اطاعت کی بھی توفیق دیجیے اور ہمیں باطل کو باطل ہی دکھلائیے اور اس سے اجتناب کی توفیق عطا کیجئے‘‘۔

نیا دین

تصویری جاہلیت نے جن فتن اور ذرائع فتن کو گھر گھر پہنچایا ہے، میڈیا بینی ان میں سرفہرست دکھتا ہے۔ جس سوچ وفکر، معیارِ زندگی اور اقدار و اطوار کو مقصودِ اصلی بنا کر دنیا کے سامنے پیش کیا گیا ____ نسلوں کی نسلیں اسی منزل کو پانے کے لیے دوڑنے بھاگنے لگیں۔ نئ پود کو بس ایک ہی بات سمجھ آئی ____ جو کچھ ’’دیکھ‘‘ رہے ہو اسے اپناؤ یہی تمھارے ہدف ہے یہی حاصل حصول اور زندگی کا معیار مطلوب ہے، گویا یہی تمھارے دین ہے ____!

دین کہتے ہیں زندگی گزارنے کے مکمل اور منضبط اصول وفروغ کو پس جو لوگ ٹی وی اور دیگر بصری دنیا میں مگن رہتے ہیں وہ مسلمان ہوتے ہوئے بھی محسوس اور غیر محسوس انداز سے اپنے سچے دین سے دور چلے جاتے ہیں! اس کی وجہ حکماء کی یہ بات ہے کہ ’’انسان آنکھوں سے بنتا ہے‘‘ جو کچھ بھی دیکھتا ہے اسے دل کے سانچوں میں اتارتا اور عمل میں ڈھالتا ہے! چنانچہ میڈیا آج ہم سب کو ایک نیا اسلوب حیات یا ’نیا دین‘ سکھا رہا ہے۔!

ہمیں کیسا نظر آنا چاہیے؟ــــــ ٹی وی اور فلم میں چلتے پھرتے زندہ مجسّمے ہمیں بتاتے ہیں کہ ایساــــــ! کیا پہننا چاہیے؟ــــــ قمیص کی لمبائی، آستین کی کٹائی، پہنچوں کی اٹھان کیسی ہو؟ سر کی آنکھیں نت نئے مناظر دیکھ کر اس کا فیصلہ بھی فوراً کر لیتی ہیں۔ کس کس چیز کو لیجیے! ہمارے مکان کی اندرونی تزئین و آہنگ، گاڑی کا رنگ، کوٹ کا کالر، بیٹھک میں لگے پردوں کی جھالر، صوفے کی گدیوں کا حدب و کڑھائی میز کی اونچائی، کرسی کے بازوؤں کی گولائیــــــ یہ سب بھی تو ہمیں انھیں شہ کاروں، اشتہاروں سے ملتا ہے! کیا کھانا چاہیے اور کس معیار کا؟ اور اسے کیسے سجانا چاہیے؟ گفتگو کا اسلوب کیا ہو؟ اس میں کتنی ملاوٹ غیر زبان کی ہو؟ پھر یہ بھی کہ ''من حیث الانسان'' ہماری خواہشات و ترجیحات کیا ہونی چاہئیں؟ کس چیز کے خواب دیکھا کریں؟ 'آئیڈیل' کیسے بنائیں؟ زندگی کے ''حقیقی'' مسائل کیا ہیں؟ مطلوبہ وسائل کیسے حاصل ہوں؟ یہ سارا کچھ ہمیں اسی بصری آلودگی کے ذریعے سجھائی دیتا ہے۔

ــــــ پھر یہ بھی کہ ہمارے چھوٹوں کو اپنے بڑوں سے کس حد تک ''آزادیاں'' لینے کا حق ہے؟ گھروں میں معاشرت کیسی ہوــــــ بچیوں کے لیے کیسے شہزادے اور بچوں کے لیے کوہ قاف کی پریاں کس نمونے کی تلاش کریں، یہ بھی یہیں سے طے ہوتا ہے؟ پرھ بیار دلوں کو لبھانے، بہکانے والے مکالمے اور جملے ہماری نئی نسلوں کو آسانی سے سکھا دیئے جاتے ہیں۔ یوں ان رومانوی کہانیوں کی ساری جھوٹی خوشیاں اور تلخیاں، اجڑے خاندانوں اور طلاقوں سے ٹوٹتے گھروں کی فرضی منظر کشیاںــــــ حقیقت کا روپ دھار کر ایک عذاب کی صورت میں ہم پر مسلط ہو رہتی ہیں۔ ہمارے گھر سچ مچ ٹوٹنے لگتے ہیں اور طلاقوں کی شرح حقیقتاً بڑھ جاتی ہے۔

اگر یہ سب صحیح ہے کہ زندگی گزارنے کا پورا ڈھب، شعوراً یا لاشعوراً ہمیں اسی جاہلی، تصویری صحافتی نظام کے واسطے سے مل رہا ہے تو یہ کہنا کیوں کر غلط ہوگا کہ ہمارا مسلک و مشرب و مذہب یہی میڈیا ہے! غالب کے الفاظ میں (بتصرف قلیل)

ایمان مجھے روکے ہے تو کھینچے ہے مجھے کفر
کعبہ مرے پیچھے تو ٹی وی مرے آگے!

(جاری ہے)

الارض

(قرآن حکیم کی روشنی میں)

3

ڈاکٹر محمد سرشار خان

معدنی تیل کے متعلق قرآنی پیش گوئی

وَ الَّذِی اَخرَجَ المَرعٰی O فَجَعَلَهٗ غُثَاءً اَحوٰی O (سورۃ الاعلیٰ: آیت 5-4)

''اور جس اللہ نے نباتات اُگائیں اور پھر ان کو سیاہ کوڑے (کے سیلاب) میں تبدیل کر دیا''۔

یہاں لفظ ''غُثَاء'' قابل غور ہے۔ آج تک ان آیات کا جو ترجمہ کیا جا تا رہا ہے وہ کچھ یوں ہے:

''جس نے نباتات اُگائیں۔ پھر ان کو سیاہ کوڑا کرکٹ بنا دیا''۔ (تفہیم القران)

''اور جس نے نباتات اُگائیں۔ پھر ان کو گھنی سرسبز شاداب بنایا''۔ (امین احسن اصلاحی)

''اور جس نے (زمین سے) چارہ نکالا پھر اسے سیاہی مائل خشک کر دیا''۔ (مولانا طاہر القادری)

''اور جس نے چارہ نکالا پھر اسے خشک سیاہ کر دیا''۔ (کنز الایمان)

ان تراجم سے ذہن میں یہ سوال اٹھتا ہے کہ نباتات خشک ہو کر پیلے یا بھورے رنگ کے تو ہو جاتے ہیں لیکن سیاہ رنگ میں عموماً نہیں بدلتے۔ (سورۃ الحدید: آیت 20 میں ہے: ......جیسے بارش، اس کی پیداوار کسانوں کو اچھی معلوم ہوتی ہے پھر جب وہ خشک ہو جاتی ہے تو زرد رنگ میں تم اس کو دیکھتے ہو پھر وہ بالکل چورا چورا ہو جاتی ہے) البتہ اگر انہیں نم مٹی میں دبا دیا جائے

تو وہ کچھ عرصے بعد سیاہ ہو جاتے ہیں۔ دوسرے یہاں سیلاب یا مائع کا بھی ذکر ہے جو درج بالا تراجم کو قبول کرنے میں مانع ہے۔

غ ث و ۔ (ن) غَثَوَ۔ یَغۡثُوۡ (اصلی) غَثَا۔ یَغۡثُوۡ۔ غَثۡوًا (استعمالی) نالے میں کوڑا کرکٹ زیادہ ہو جانا۔ قرآن میں استعمال لفظ غُثَاء اسم ذات ہے (اصلاً غُثَاء ہے) سیلاب کے جھاگ میں ملے ہوئے گلے سڑے پتے تنکے وغیرہ۔

زمین سے نکلنے والا تیل یا پٹرولیم سیاہی مائل گاڑھا مائع ہوتا ہے جسے آئل ریفائنری میں صاف کرکے مختلف مصنوعات تیار کی جاتی ہیں۔ میرے خیال میں علم الارضیات (Geology) کا ماہر جسے عربی زبان پر بھی کچھ عبور ہو تو لازماً اس کے ذہن میں اوّل الذکر ترجمہ ہی آئے گا۔ جیسا کہ اب یہ بات سب کے علم میں ہے کہ کرۂ ارض کا بڑا حصہ زندگی کے اوّلین دور میں نباتات اور دیوہیکل درختوں کے عظیم جنگلات سے ڈھکا ہوا تھا۔ بعد میں ارضیاتی تبدیلیوں کی وجہ سے یہ عظیم جنگل زیرزمین چلے گئے اور ایک مخصوص کیمیائی اور حیاتیاتی (بیکٹیریا وغیرہ کے) عمل سے سیاہ تیل کی شکل اختیار کر گئے۔

یہاں ہم اس سورۃ کی ان آیات سے پہلی دو آیات (2&3) کا ذکر کرتے ہیں جہاں اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے تخلیق کائنات کے بنیادی قوانین بیان فرمائے ہیں۔

الَّذِیۡ خَلَقَ فَسَوّٰیO (سورۃ الاعلیٰ: آیت 2)

''(تمہارا رب) جس نے پیدا کیا (اور) تناسب قائم کیا''۔

یعنی زمین سے آسمانوں تک کائنات کی ہر چیز کو نہ صرف پیدا کیا بلکہ اس کا توازن اور تناسب ٹھیک ٹھیک قائم کیا۔ دنیا میں کوئی چیز ایسی نہیں جو موزوں نہ ہو اور تناسب سے پیدا نہ کی گئی ہو۔ ایسا ہونا خود اس امر کی علامت ہے کہ کوئی حکیم صانع ان سب کا خالق ہے کیوں کہ اشیائے کائنات میں یہ حسن وسلیقہ خود بخود پیدا نہیں ہو سکتا۔

وَ الَّذِیۡ قَدَّرَ فَهَدٰیO (آیت 3) ''جس نے تقدیر بنائی پھر راہ دکھائی''۔

تقدیر کا مطلب ہے کہ ہر چیز کے پیدا کرنے سے پہلے ہی طے کر دیا گیا کہ اسے دنیا میں کیا کام کرنا ہے کتنا کام کرنا ہے کس جگہ کام کرنا ہے اس کے لئے کیا مواقع اور ذرائع فراہم

کرنے ہیں۔ کب اپنا کام مکمل کر کے کس طرح ختم ہونا ہے وغیرہ وغیرہ۔ اس پوری سکیم کا مجموعی نام اس کی تقدیر ہے، جو کائنات کی ہر چیز کے لئے اور مجموعی طور پر پوری کائنات کے لئے بنائی گئی ہے۔ اسے لوحِ محفوظ یعنی قدرت کے کمپیوٹر نظام میں فیڈ کر دیا گیا ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ ہر ایک کام پہلے سے طے شدہ منصوبہ بندی کے تحت اپنے وقت پر سرانجام پا رہا ہے۔

''پھر اس کو راہ دکھائی'' یعنی کسی چیز کو محض پیدا کر کے چھوڑ نہیں دیا گیا بلکہ جس کام کے لئے اسے پیدا کیا گیا ہے اس کے انجام دینے کا طریقہ بھی اسے بتایا گیا یعنی وہ صرف خالق ہی نہیں ہادی بھی ہے۔ یہ ہدایت ہر جاندار اور بے جان چیز کو جاری کی گئی ہے۔ یہاں یہ بات واضح کر دیں کہ انسان کے علاوہ ہر چیز اسی ہدایت (Code/Instructions) کے مطابق کام کرنے پر مجبور ہے۔ صرف انسان کو کچھ معاملات میں خود مختاری حاصل ہے لیکن یہاں بھی فلاح ان ہی لوگوں کے حصے میں آئے گی جو اختیار کے باوجود ہدایت ربانی کے مطابق اپنے اعمال و افعال کو سرانجام دیں گے۔

یہ آیات ہمیں علم طبیعات اور حیاتیات کے ایک بنیادی قانون کا علم دیتی ہیں، جن نباتات کا ذکر اللہ تعالیٰ نے ان آیات میں فرمایا ہے، وہ اتنے عظیم ذخیرے تھے کہ اگر یہ اسی طرح کرۂ ارض پر موجود رہتے تو فضا میں آکسیجن کا تناسب بگڑ کر اتنا زیادہ ہو جاتا کہ زمین پر ہر طرف آگ بھڑک اُٹھتی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اسی تقدیر کے ذریعے یہ عظیم جنگلات اور دیو ہیکل نباتات زیر زمین اس وقت دفن کر دیے جب ان کا کام مکمل ہو گیا۔ اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے فضا میں آکسیجن کی مقدار 21 فیصد مقرر کی ہوئی ہے۔ اگر اس کی مقدار صرف ایک فیصد کم یا زیادہ ہو جائے تو کرۂ ارض پر زندگی کا وجود خطرے میں پڑ سکتا ہے (فضا میں ایک فیصد آکسیجن بڑھنے سے جنگلوں میں آگ لگنے کا تناسب 70 فیصد بڑھ جاتا ہے)۔ برطانوی حیاتیاتی کیمیادان جیمز (Love Lock) اسے یوں بیان کرتا ہے: ''فضا میں آکسیجن کی مقدار 25 فیصد ہوتی تو خشکی پر موجود انواع و اقسام کے اَن گنت نباتات کی بہت معمولی تعداد عالمی آتشزدگی سے محفوظ رہ جاتی۔ یہ بھیانک آگ قطب شمالی کے ٹنڈرا سے لے کر منطقہ حارہ کے بارانی جنگلات تک سبھی کچھ تباہ کر ڈالتی۔ ہوا میں آکسیجن کی موجودہ مقدار ایک ایسے مقام پر ہے جہاں خطرہ اور فائدہ دونوں ہی بڑی خوبی سے ایک

دوسرے کو متوازن کر دیتے ہیں‘‘۔

جانور سانس کے ذریعے آکسیجن لیتے ہیں اور کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج کرتے ہیں جو کہ پودے استعمال کرتے ہیں اور آکسیجن فضا میں خارج کر دیتے ہیں۔ یوں اللہ سبحانہ وتعالیٰ کرۂ ارض پر زندگی کا پہیہ رواں رکھتے ہیں۔

دوسری بات یہ ہے کہ پٹرولیم اللہ تعالیٰ کی زمین میں رکھی گئی برکتوں میں سے ایک برکت ہے جو اُس نے موجودہ دور کے انسان کے لئے رکھی ہوئی تھی۔ (حم سجدہ: آیت 10)

’’......اس نے (زمین کو وجود میں لانے کے بعد) اس کے اوپر پہاڑ جما دیے اور اس میں برکتیں رکھ دیں اور اس کے اندر سب مانگنے والوں کے لئے ہر ایک کی طلب وحاجت کے مطابق ٹھیک اندازے سے خوراک کا سامان مہیا کر دیا‘‘۔

ہمارے نزدیک اس کا صحیح مفہوم یہ ہے کہ زمین میں ابتدائے آفرینش سے لے کر قیامت تک جس جس قسم کی جتنی مخلوق بھی اللہ تعالیٰ پیدا کرنے والا تھا ہر ایک کی مانگ اور ضروریات کے مطابق ٹھیک ٹھیک حساب لگا کر پورا سامان اس نے زمین کے اندر رکھ دیا۔ گویا اپنی تخلیقی سکیم میں جس طرح اس نے غذا طلب کرنے والی ان مخلوقات کو پیدا کرنے کا منصوبہ بنایا تھا اسی طرح اس نے ان کی طلب کو پورا کرنے کے لئے خوراک اور دیگر ضروریات کا بھی مکمل انتظام کر دیا تھا۔

اب ہم واپس اپنے اصل موضوع کی طرف آتے ہیں۔ تیل کی تشکیل اور اس کے جمع ہونے سے متعلق کئی نظریات ہیں لیکن یہ نظریہ بہت معتبر ہے کہ تیل کی تشکیل سمندری نباتات اور ساحلی جنگلوں کے گلنے سڑنے سے ہوئی۔ پھر یہ ارضیاتی تہوں میں اکٹھا ہو کر دریاؤں کی طرح بہنے لگا اس طرح مخصوص چٹانوں میں تیل کی زیرِ زمین جھیلیں بھی بن گئیں۔ آیئے اب دوبارہ آیت کریمہ کو پڑھیں۔ ’’اور ان کو سیاہ (کوڑے والے) سیلاب میں تبدیل کر دیا گیا‘‘۔

یہ بات موجودہ تحقیق سے بھی سامنے آئی ہے کہ تیل زیرِ زمین سیاہ دریاؤں کی صورت میں بہتا ہے۔ آیت کریمہ میں سیلاب واضح طور پر تیل کے بہاؤ کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اسے Geology کی زبان میں تیل کی ہجرت (Oil Migration) کہا جاتا ہے جس کی طرف قرآن نے 14 صدیاں قبل اشارہ کر دیا تھا۔ یہ سیاہ سونے (Black Gold) کا خزانہ اللہ تعالیٰ نے آج

کے انسانی دور کے لیے سنبھال کر رکھا ہوا تھا۔

آکسیجن کا بیان

سورۃ یاسین کی آیت نمبر 80 ہے

الَّذِی جَعَلَ لَکُمۡ مِنَ الشَّجَرِ الۡاَخۡضَرِ نَارًا فَاِذَاۤ اَنۡتُمۡ مِّنۡهُ تُوۡقِدُوۡنَ O

''وہی جس نے تمہارے لئے ہرے بھرے درخت سے آگ پیدا کردی اور تم اس سے آگ روشن کرتے ہو''۔ (تفہیم القران)

''جس نے تمہارے لئے سرسبز درخت سے آگ پیدا کی پھر اب اسی سے سلگاتے ہو''۔(طاہر القادری)

''وہی ہے جس نے تمہارے لئے سرسبز درخت سے آگ پیدا کردی ہے۔ پھر تم ذرا سی دیر میں اس سے سلگانے کا کام لے لیتے ہو''۔(مفتی تقی عثمانی)

سیاق وسباق کے لحاظ سے دیکھیں تو اللہ تعالیٰ یہاں اپنی قدرت اور معجزوں کا بیان فرما رہے ہیں۔ اگر اس آیت پر غور کیا جائے تو یہ اُلجھن پیدا ہوتی ہے کہ آگ تو خشک درخت یا لکڑی سے لگتی ہے یہ بھی کہا جاسکتا تھا کہ وہی جس نے تمہارے لئے درخت پیدا کئے جنہیں جلا کر تم آگ روشن کرتے ہو۔ دراصل اس آیت میں ایک عظیم الشان حیاتیاتی راز کو چودہ سو سال پہلے آشکار کر دیا گیا تھا جس کے متعلق سائنس دانوں کو چند سو سال پہلے علم ہوا ہے کہ جلنے کا عمل (combustion) اشیاء میں آکسیجن اور کاربن کے امتزاج سے واقع ہوتا ہے۔ اس کے بعد یہ دریافت ہوا کہ پودے اور سبز درخت فضا میں سے کاربن ڈائی آکسائیڈ لے کر سورج کی توانائی کو استعمال کر کے اپنے لئے غذا تیار کرتے ہیں اور اس عمل کے ذریعے فضا میں آکسیجن کا اخراج کرتے ہیں، جس کے بغیر جلنے کا عمل (oxidation) نہیں ہوسکتا۔ لہٰذا آگ کا ظہور سبز درختوں سے نکلنے والی آکسیجن کی وجہ سے ہی ممکن ہے۔ یہ بات بھی قابل غور ہے کہ جانداروں کے سانس لینے کے عمل میں اور جلنے کے عمل میں آکسیجن استعمال ہوتی ہے اور درختوں کے برعکس اس عمل میں کاربن ڈائی آکسائیڈ خارج ہوتی ہے۔ جسے درخت دوبارہ استعمال میں لا کر آکسیجن فضا میں شامل کر دیتے ہیں، جس سے جلنے کا عمل ہوتا ہے اور یہ چکر یونہی چلتا رہتا ہے۔ اس سے پہلی آیت میں ارشاد ہے:

قُلْ يُحْيِيهَا الَّذِىٓ اَنْشَاَهَا اَوَّلَ مَرَّةٍ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيمٌ

''آپ ﷺ کہہ دیجیے کہ وہی زندہ کرے گا جس نے اسے پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ اپنی ہر تخلیق کو جانتا ہے''۔

جس طرح اللہ تعالیٰ آکسیجن پیدا کرتے ہیں جو جلنے کے عمل میں کاربن ڈائی آکسائیڈ میں تبدیل ہو جاتی ہے، جسے اللہ تعالیٰ دوبارہ سرسبز درختوں کے ذریعے آکسیجن میں بدل دیتے ہیں۔ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

اَوَلَيْسَ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ بَلٰى وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيمُ (سورۃ یاسین: آیت 81)

''کیا وہ ذات جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، اس پر قادر نہیں کہ وہ ان جیسے آدمی دوبارہ پیدا کر سکے؟ کیوں نہیں؛ وہی سب کچھ پیدا کرنے والا، جاننے والا ہے''

اگر اس کا یہ ترجمہ کیا جائے ''کہ اللہ نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کی جسے تم سلگاؤ گے''۔ تو یہ مطلب بھی بنتا ہے کہ زمانہ قدیم میں جھاڑیاں اور اونچے اونچے درخت ٹوٹ ٹوٹ کر ڈھیر ہوتے رہے پھر زلزلوں اور دیگر تعاملات سے یہ زمین میں دب گئے اور سخت دباؤ اور حرارت سے کوئلے میں تبدیل ہو گئے جسے آج ہم جلانے کے لئے اپنے استعمال میں لا رہے ہیں۔ اصل مفہوم اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ہی جانتے ہیں۔

زمین کی بیضوی شکل

وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰهَا ۝ (سورۃ النازعات: آیت 30)

''اور پھر اس نے زمین کو بیضوی (شتر مرغ کے انڈے کی) شکل دی''۔

اس آیت مبارکہ کی دیگر تشریحات میں اس کے معنی اس طرح ہیں۔ ''اس نے زمین کو پھیلا دیا''۔ ''اس نے زمین کو بچھا دیا''۔

اس آیت مبارکہ کا اوّل الذکر ترجمہ استنبول کے شعبہ مذہب (Istanbul Faculty of Theology) کے ایچ بی چینٹے (H.B Cantay) اور ڈاکٹر علی اوزیک (Dr. Ali Ozek) کی شہرہ آفاق تفسیر سے لیا گیا ہے۔

تشریحات میں فرق لفظ 'دَحٰھَا' کے معنی میں اختلاف کی وجہ سے پیدا ہوا ہے۔ عربی زبان میں اس کے لفظ کے ماخذ یا اشتقاق شتر مرغ سے نسبت رکھنے کے معانی سے ملتے جلتے ہیں۔

علم زبان کے ماہر (Etymologist) شمس الدین نے ڈکشنری میں مدحی کے معنی شتر مرغ کے انڈے کا سوراخ یا گڑھا بیان کیا ہے۔ م کو الگ کرنے کے بعد کچھ لوگوں نے اسے شتر مرغ کا انڈہ کہا ہے۔ یہاں ہمیں یہ نہیں بھولنا چاہیے کہ جنہوں نے اس آیت مبارکہ کی تشریح کے ضمن میں پھیلانے یا بچھانے کا مفہوم لیا ہے وہ بھی غلطی کے مرتکب نہیں ہوئے۔ یہ ثانوی معنی ہیں اور قابل قبول ہیں۔ آیئے ہم پھر اس علم کی طرف آتے ہیں جس کے تحت اس کی تعبیر زمین کی بیضوی شکل کی نسبت سے متعلق ہے۔

1- تمام مخلوقات کے انڈوں میں سے شتر مرغ کا انڈہ ہی ہے جو ایک کرے سے نزدیک ترین مشابہت رکھتا ہے۔

2- زمین کی شکل مکمل گول کی بجائے تھوڑی سی بیضوی ہے۔ خط استوا کی طرف سے اس کا قطر بڑا ہے۔ جبکہ قطبین پر اس کا محیط ذرا کم ہے۔

3- یہ آیت زمین کو چپٹی ہونے کی بجائے (شتر مرغ کے انڈے کی نسبت سے) گول ظاہر کرتی ہے۔ مزید برآں اس سے یہ بھی ظاہر ہوتا ہے کہ اپنی ابتدائی صورت میں زمین موجودہ شکل میں نہیں تھی۔

اس آیت کریمہ کو اس اہم پہلو سے اس لئے بھی دیکھنا چاہیے کہ اسے سورۃ النازعات میں بیان کیا گیا ہے جو کہ تخلیق سے متعلق متعدد اسرار کو بیان کرتی ہے۔ اس سورۃ کی آیات 28 سے 32 تک میں زمین کی تخلیق کا خلاصہ دے دیا گیا ہے۔ آیات 32-31 یہ اعلان کرتی ہیں کہ جب زمین نے بیضوی شکل اختیار کر لی تو بالترتیب پہلے اس پر پانی کا انتظام کیا گیا، پھر نباتات پیدا کی گئیں، اور پہاڑ اس میں گاڑ دیے گئے۔

مٹی میں پوشیدہ زندگی

وَآيَةٌ لَهُمُ الْأَرْضُ الْمَيْتَةُ أَحْيَيْنَاهَا وَأَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ يَأْكُلُونَ O

(سورۃ یاسین: آیت 33)

''اوران لوگوں کے لئے مردہ زمین ایک نشانی ہے۔ہم نے اسے زندگی بخشی اوراس سے غلہ نکالا جس سے یہ کھاتے ہیں''۔

قرآن حکیم میں جہاں بھی ''یہ نشانی ہے'' کے الفاظ آتے ہیں تو سمجھ لیں کہ اس آیت میں بہت بڑی حکمتیں اور سائنسی حقائق چھپے ہوئے ہیں اور عقل والوں اور غور وفکر کرنے والوں کو حکم دیا گیا ہے کہ ان کا کھوج لگائیں اور اللہ کی عظمت و کبریائی کا اِدراک کریں۔

زمین اپنے ابتدائی دور میں زندگی سے خالی تھی یعنی مردہ تھی جب زندگی کے لئے تمام وسائل مہیا کر دیے گئے تو زندگی کا ظہور فرمایا گیا۔آیت کریمہ کے ذریعے یہ بتایا گیا ہے کہ مٹی جسے تم بے جان سمجھتے ہو حقیقت میں بہت زیادہ زندگی کی حامل ہے۔صرف ایک صدی پہلے ہی یہ معلوم ہوا ہے کہ مٹی کے اندر زندہ مخلوق بیکٹیریا وغیرہ (organisms) موجود ہیں اور ابھی پچاس سال پہلے مٹی کے تجزیے سے معلوم ہوا کہ تمام زمینی سطحی مٹی (soil) 80-70 فیصد بیکٹیریا پر مشتمل ہے گویا زمین زندہ مخلوق کی کالونی ہے۔ عام زرعی زمین کے ایک ایکٹر کی صرف 6 انچ گہری مٹی کا تجزیہ کیا جائے تو اسی میں کئی ٹن زندہ بیکٹیریا، ایک ٹن پھپھوندی (fungus) دو ہزار پاؤنڈ یک خلوی جرثومے (Single Cell Protozoa) ایک ہزا پاؤنڈ خمیر پیدا کرنے والے جسیمے اور سو پاؤنڈ کے قریب کائی (Algae) موجود ہوتی ہے۔ یہ سب نہ صرف زندہ اجسام ہیں بلکہ دیگر نباتات کے لیے زندگی بخش بھی ہیں۔اسی لیے آگے ارشاد ہے کہ ''اوراس سے غلہ نکالا''۔مٹی میں موجود یہ تمام جسیمے نہایت اہم اور پیچیدہ کام سرانجام دیتے ہیں۔ یہ مٹی میں موجود نائٹروجن کو اپنی جسمانی لیبارٹری میں نہایت پیچیدہ عمل سے Synthesis کر کے نباتات کے لئے ضروری مرکبات تیار کرتے ہیں۔اس عمل کے لئے انہیں پانی/ بارش کی ضرورت ہوتی ہے۔اسی لئے ہم دیکھتے ہیں کہ بارش کے ساتھ ہی مٹی میں سے زندگی پھوٹ پڑتی ہے۔ دوسری قسم کے زمینی جرثومے (Soil Bacteria) جن کو تجزیاتی گروپ (Analytical Group) کہتے ہیں، ہراس چیز کو جو زمین پر گرتی ہے توڑ پھوڑ کر اس کی بنیادی اکائیوں میں تقسیم کر دیتے ہیں اوراس آمیزے کو پہلی قسم کے جسیموں کے لئے نئے مرکبات بنانے (synthesis) کے لئے راہ ہموار کرتے ہیں تا کہ وہ اجزا دوبارہ نباتات کے استعمال کے قابل ہوسکیں۔گویا یہ مٹی ایک عظیم کیمیاوی کارخانہ ہے

جو ناکارہ مردہ اجزاء کو دوبارہ قابل استعمال بنانے کا کام کرتا ہے۔ بارش کے پہلے قطروں کے گرنے سے خشک مٹی سے اٹھنے والی سوندھی سوندھی خوشبو انہی جرثوموں کے عمل تخریب کے نتیجے میں پیدا ہونے والی گیسوں کی وجہ سے پھیلتی ہے۔ ان کا وجود نباتاتی زندگی (جس کی بنیاد پر حیوانی زندگی کا انحصار ہے) کے لئے ناگزیر ہے۔ نباتات کے علم میں مٹی (soil) کو مکمل طور پر ایک زندہ ڈھانچہ سمجھا جاتا ہے۔ اس آیت کریمہ کا زندہ معجزہ یہ ہے کہ اس حقیقت سے اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے 14 سو سال پہلے ہی ہمیں آگاہ کر دیا تھا۔ ایک اور دلچسپ حقیقت یہ ہے کہ اگر کافی عرصہ تک مٹی کو پانی نہ ملے اور وہ بالکل خشک ہو جائے تو زمین میں موجود یہ نازک جسیمے (spores) یا خشک بیجوں کی شکل اختیار کر لیتے ہیں اور سالوں بے حس بے جان پڑے رہتے ہیں جونہی انہیں بارش یا پانی میسر آتا ہے تو وہ اپنی اصل شکل میں آ کر دوبارہ اپنے افعال سرانجام دینا شروع کر دیتے ہیں۔ درج ذیل آیت اسی چیز کو بیان کرتی ہے۔

وَ اللّٰهُ الَّذِیْۤ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَحْیَیْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ (سورۃ فاطر: آیت 9)

”اور اللہ ہی ہے جو ہواؤں کو بھیجتا ہے، جو ابھارتی ہیں بادلوں کو، پھر ہم ان کو ہانکتے ہیں کسی خشک زمین کی طرف، ہم اس سے اس زمین کو اس کے مردہ ہو جانے کے بعد از سر نو زندگی بخش دیتے ہیں۔ اسی طرح لوگوں کا از سر نو زندہ ہو کر اُٹھنا ہے“۔

اس آیت کریمہ کے دوسرے حصے میں زندگی کے تسلسل کا اصول بیان کیا گیا ہے کہ مٹی میں زندگی کی ابتداء کر کے اور زمین میں Organic Matter اکٹھا کر کے اللہ تعالیٰ نے نباتات پیدا کیے جو دوسری جاندار مخلوق کے لیے بنیادی ڈھانچہ مہیا کرتے ہیں۔

آیت کریمہ میں دانے کا ذکر کیا گیا ہے۔ ایک طرف دانہ پودے کا بیج ہے جس میں اس پودے کے متعلق تمام معلومات درج ہیں جن کے مطابق اس پودے نے جنم لینا ہے اور نشوونما پانی ہے۔ دوسری طرف وہ دیگر جانداروں کے لئے ایک مکمل خوراک بھی ہے جس میں زندگی کے لئے درکار نشاستہ (Carbohydrates)، لحمیات (Proteins)، چکنائی (lipids)، وٹامنز اور معدنیات وغیرہ موجود ہیں۔

زمین میں اشیاء کی موزونیت اور تناسب

''ہم نے زمین کو پھیلایا ایک ڈھنگ سے اور اس میں پہاڑ جما دیے اور اس میں ہر نوع کی شے ٹھیک ٹھیک نپی تلی مقدار میں پیدا کی ہے''۔(سورۃ الحجر: آیت 19)

زمین کی بناوٹ اتنے نازک توازن پر قائم ہے کہ اس میں ذرا بھی کمی بیشی یہاں زندگی کے وجود کو ناممکن بنا دیتی ہے۔اس کا 23.5 ڈگری پر اپنے محور پر جھکاؤ ہی بڑے نازک حساب کتاب کا معاملہ ہے۔مثلاً اگر زمین کا جھکاؤ 25 ڈگری پر ہو جائے تو قطبین پر جمی برف چند سالوں میں ہی پگھل کر ختم ہو جائے اور اگر یہ جھکاؤ دوسری طرف یعنی 22 ڈگری پر ہو جائے تو قطب شمالی کی برف بڑھ کر سارے یورپ کو برف میں بدل دے اور زندگی کا وجود کچھ خط استوا کے علاقوں تک ہی محدود ہو جائے۔پہلے یہ بیان ہو چکا ہے کہ زمین کو اس کے خالق نے بہت نپے تلے طریقہ سے بچھایا ہے۔اسی طرح اس زمین سے جو نکلتا ہے یعنی جو اس کی پیداوار ہے وہ بھی نہایت نپی تلی مقدار میں پیدا کی گئی ہے۔

اب تک کی تحقیقات کے مطابق پودوں،حیوانوں اور جراثیموں (بیکٹیریا) کے درمیان ایک متوازن عمل اور ردّعمل کا سلسلہ جاری ہے بیکٹیریا کے ذمے یہ کام ہے کہ وہ فضا اور حیوانی مادوں سے نائٹروجن حاصل کر کے اسے پودوں تک پہنچاتے ہیں۔پودے آکسیجن بناتے ہیں جو حیوانوں اور دیگر جانداروں کی ضرورت ہے۔یہ جانور کاربن ڈائی آکسائیڈ پیدا کرتے ہیں جو پودے استعمال کرتے ہیں اور آکسیجن پیدا کرتے ہیں یہ سلسلہ یونہی چلتا رہتا ہے۔اسے زندگی کی زنجیر بھی کہتے ہیں۔یہاں قابل غور بات یہ ہے کہ فضا میں آکسیجن کا 21 فیصد ہونا زندگی کے لئے بہت ضروری ہے۔اسے قائم رکھنے کے لئے اتنی ہی مطلوبہ مقدار میں نباتات اُگتے ہیں جن سے فضا میں آکسیجن کی مقدار 21 فیصد رہے۔یہ آیت اعلان کرتی ہے کہ زمین میں ہر نوع کی نباتات ٹھیک ٹھیک نپی تلی مقدار کے ساتھ اُگائیں۔کروڑوں سال پہلے زمین نباتات سے بھری پڑی تھی تا کہ آکسیجن کی مقدار کو 21 فیصد تک لایا جائے ایسے پودوں کی مناسبت سے ہی عظیم الجثہ (Dinosaurs) وجود میں آئے تھے۔بالآخر آکسیجن کی مقدار 21 فیصد سے بڑھنے لگی تو اللہ سبحانہ وتعالیٰ نے ارضیاتی تبدیلیوں سے ان عظیم نباتات کو زمین میں دفن کر دیا اور ڈائناسارز روئے

زمین سے ناپید ہو گئے۔اس کے علاوہ انسانی غذائی ضروریات اور باقی مقاصد اور دیگر کاموں کے حساب سے نباتات پیدا کیے گئے ہیں۔

اسی طرح سمندروں میں لاکھوں سالوں سے پانی بھاپ بن کر اڑتا اور پھر دریاؤں کے ذریعے واپس سمندروں میں اترتا ہے اس چکر میں زمین سے نمکیات اور معدنیات گھل گھل کر سمندر میں شامل ہوتے رہے ہیں۔مگر سمندر کے پانی میں نمک کی مقدار ایک مخصوص حد سے زیادہ نہیں بڑھتی۔ یہ بھی قدرت کا خودکار نظام ہے۔اس طرح کے بے شمار خودکار اور نازک نظام اس کرہ ارض پر کام کرر ہے ہیں،جن میں سے اکثر سے ہم اب بھی لاعلم ہیں۔

حرفِ آخر

انسان اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی بنائی ہوئی کسی بھی شے سے بہتر ڈیزائن کا دعویٰ نہیں کر سکا بلکہ اسے تصور میں بھی نہیں لا سکا ہے اور نہ ہی انسان الٰہی تخلیق میں کہیں عدم تناسب یا ہم آہنگی کے فقدان کی نشان دہی کر سکا ہے بلکہ وہ زمین و آسمان میں اس حسابی کمپیوٹرائزڈ عدل و توازن کی تعریف کے ساتھ ساتھ اشیاء کی حسین و جمیل ساخت کی تعریف کرنے پر بھی مجبور ہے جو تمام کائنات کا احاطہ کئے ہوئے ہے۔حدیث نبوی ہے:اَللّٰہُ جَمِیلٌ وَ یُحِبُّ الْجَمَال اللہ خوبصورت ہے اور خوبصوتی کو پسند فرماتا ہے۔روئے زمین پر چھا سبزہ،اشجار اور نباتات زمین کا زیور ہیں،خوبصورت رنگ برنگے پرندے اور جانور اپنے مقاصد تخلیق کی تکمیل کے ساتھ ساتھ ایک انتہائی باذوق مصور کا شاہکار بھی ہیں۔ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّر (القرآن)

اگر ہم کائنات میں غور وفکر حکم خداوندی سمجھ کر کریں تو یہ عین عبادت ہے۔کیونکہ اسی طرح ہم اپنے خالق و مالک کی عظمت و کبریائی کا ادراک کر سکتے ہیں۔

وَمَا تَأْتِيهِم مِّنْ آيَةٍ مِّنْ آيَاتِ رَبِّهِمْ إِلَّا كَانُوا عَنْهَا مُعْرِضِينَ
(سورہ یاسین: آیت 46)

''ان کے سامنے ان کے رب کی آیات میں سے جو آیت بھی آتی ہے یہ اس کی طرف التفات نہیں کرتے''۔

یہاں آیات سے مراد نہ صرف آیاتِ قرآنی ہیں بلکہ صحیفہ کائنات پر پھیلی ہوئی بے شمار

نشانیاں بھی ہیں جن سے روگردانی کرنا احکامِ خداوندی سے انحراف کے مترادف ہے۔ کائنات کے مطالعے سے ہی یہ راز کھلا ہے کہ سارا عالم ایک جیسے مادے سے بنا ہے اور قوانین فطرت تمام کائنات میں ایک جیسے ہی ہیں۔ یہ کھلا ثبوت ہے کہ یہ کائنات ایک ہی ہستی کی تخلیق کردہ ہے اور اسی ہستی کے وضع کردہ اصول وضوابط کے تحت کام کر رہی ہے۔ اس کائنات کے مطالعے سے ہی علم ہوتا ہے کہ یہ حکمت وصناعی سے بھرپور کائنات خود بخود وجود میں نہیں آ گئی بلکہ اس کے پیچھے کوئی عظیم منصوبہ ساز ہے۔

جب ہم کائنات کی وسعتوں اور زمین پر اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی عظمت و جبروت اور کاریگری کے نمونے دیکھتے ہیں تو حیرت سے ہمارے منہ کھلے کے کھلے رہ جاتے ہیں۔ ایک حدیث مبارکہ ہے: رَبِّ زِدْنِیْ تَحَیُّرًا فِیْكَ (یا ربّ! تیری ذات کے متعلق میری حیرت بڑھتی ہی چلی جائے)۔

مشہور مغربی مفکر کالرج (Coleridge) کا قول ہے: ''علم کی انتہا حیرت ہے''۔ کائنات کی وسعتوں اور اس کے عظیم الشان نظام کو دیکھ کر اس کے خالق کے لامتناہی جلال و جبروت سے دل کانپ اٹھتا ہے۔ یقیناً اہل علم ہی اللہ سے ڈرتے ہیں۔

انسان اگر سوچے تو کھربوں دنیاؤں کی اس کائنات میں اس کی حیثیت ہی کیا ہے۔ اسے کس چیز کا نشہ اور غرور ہے۔ یہ تو اس کے خالق و مالک پر ہے وہ جسے چاہے عزت دے جسے چاہے ذلیل کر دے۔ ہماری تو یہی دعا ہونی چاہیے کہ یا اللہ! تیری طرف سے جو بھی ہدایت پہنچی، میں نے اس پر عمل کرنے کی کوشش کی۔ اس ضمن میں سمجھ سے دانستہ اور نادانستہ طور پر جو غلطیاں یا کوتاہیاں ہوئی ہیں، میں نے شیطان کی طرح اس کا کوئی جواز پیش نہیں کیا بلکہ استغفار اور توبہ کی ہے۔ معافی طلب کی ہے کیونکہ اگر تو ہماری مغفرت نہ کرے گا تو ہم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے خسارے میں رہ جائیں گے۔ (تمام شد)

سکُون محال ہے قدرت کے کارخانے میں
ثبات ایک تغیّر کو ہے زمانے میں

حکومت کے مجوّزہ یکساں نصاب کا ایک جائزہ

پروفیسر ملک محمد حسین
تحریک اصلاحِ تعلیم ٹرسٹ

تحریک انصاف کی وفاقی حکومت نے پورے ملک میں یکساں نظامِ تعلیم اور یکساں نصابِ تعلیم نافذ کرنے کا عزم کیا ہوا ہے۔ حال ہی میں مرکزی وزارتِ تعلیم نے پرائمری جماعتوں کے مجوزہ نصاب کا مسودہ جاری کیا ہے۔ اس نصاب کے مطابق:

_ پہلی اور دوسری جماعت میں انگریزی ، اردو ، ریاضی اور معلوماتِ عامّہ (جنرل نالج) کے مضامین تجویز کیے گئے ہیں۔

جنرل نالج میں معاشرتی علوم، سائنس اور اسلامیات کی معلومات دی گئی ہیں۔

_ تیسری جماعت میں انگریزی، اردو، ریاضی، معلوماتِ عامہ اور اسلامیات کے مضامین تجویز کیے گئے ہیں۔

_ چوتھی اور پانچویں جماعت میں انگریزی، اردو، ریاضی، سائنس، اسلامیات، معاشرتی علوم کے مضامین تجویز کیے گئے ہیں۔

نصابی تجاویز میں تعلیم اَقدار یعنی ویلیو ایجوکیشن (VALUE EDUCATION) کے نام سے ایک علیحدہ نصابی کتابچہ دیا گیا ہے اور دعویٰ کیا گیا ہے کہ مجوزہ ویلیوز (VLAUES) سارے نصاب اور سارے مضامین میں اساسی فکر کے طور پر نصابی بُنت میں پھیلی ہوں گی اور یہی اقدار طلبہ کی شخصیت کا حصہ بنائی جائیں گی۔

نصاب کے باقی حصوں پر تبصرہ بعد میں کیا جائے گا پہلے تعلیم اقدار (ویلیو ایجوکیشن) پر بات کرتے ہیں کیونکہ اس کی تفصیلات پہلی سے بارہویں جماعت تک دی گئی ہیں۔ حقیقتاً ویلیو ایجوکیشن کا یہ کتابچہ حکومت کی نصابی پالیسی کی بنیاد ہے۔

ویلیو ایجوکیشن، جنرل نالج، معاشرتی علوم وغیرہ کی تفصیلات دیکھ کر یہ واضح ہو جاتا ہے کہ نصاب کی تشکیل ہیومنزم (HUMANISM) کے فلسفے کی بنیاد پر کی گئی ہے۔ ویلیو ایجوکیشن میں جن ویلیوز کو طلبہ کی شخصیت اور ان کی فکر و خیال میں جاگزیں کرنے کا عزم کیا گیا ہے وہ روٹ ویلیوز یا اساسی اقدار حسب ذیل ہیں:

1. COMPASSION AND CARE
2. INTEGRITY AND HONESTY
3. RESPONSIBLE CITIZENSHIP

ذیلی اقدار میں جن قدروں کا ذکر کیا گیا ہے وہ ہیں:

COMPASSION AND CARE FOR SELF, COMPASSION AND CARE FOR OTHERS, COMPASSION AND CARE FOR ENVIRONMENT, SAFETY AND SECURITY, TRUTHFULNESS, TRUSTWORTHINESS, FAIRNESS, HARD WORK, PURSUIT OF EXCELLENCE, SAY NO TO CORRUPTION, UNDERSTANDING THE ORGANIZATION OF SOCIETY, RESPECT FOR LAW, RULES AND REGULATIONS, COLLABORATION, RESPECT FOR DIVERSITY, TOLERANCE, PEACE AND SOCIAL COHESION, DEMOCRATIC VALUES, HUMAN RIGHTS, LOCAL AND GLOBAL CITIZENSHIP, HEALTH EDUCATION, GENDER EQUALITY, DIGITAL CITIZEN, CYBER CITIZEN.

بتایا گیا ہے کہ ویلیوز یا اقدار نظامِ عقائد (BELIEF SYSTEM) کی توضیح کرتی ہیں، ایسا نظام عقائد جو ہمارے رویوں، فکر و تدبر اور اعمال کی تشکیل کرتا ہے۔ اقدار ہمیں اس قابل بناتی ہیں کہ ہم منصفانہ اور غیر منصفانہ میں تمیز کر سکیں اور ٹھیک اور غلط میں فرق سمجھ سکیں۔ نیز اقدار

مضبوطی سے پکڑے ہوئے وہ اصول ہوتے ہیں جو ہماری زندگی پر اثر انداز ہوتے ہیں۔

نصابی کتابچے میں جا بجا کہا گیا ہے کہ مذکورہ اقدار پورے نصاب میں CROSS) (CUTTING THEMES کے طور پر پھیلادی جائیں گی اور جب ہم جنرل نالج، معاشرتی علوم حتیٰ کہ اسلامیات کے مجوزہ نصاب پر نظر ڈالتے ہیں تو ویلیوایجوکیشن کے یہ تصورات ہر طرف بکھرے اور ابھرتے نظر آتے ہیں۔

یہ بات علمی حلقوں میں اظہر من الشّمس ہے کہ ہیومنزم (HUMANISM) باقاعدہ ایک فلسفہ ہے جو ایک مربوط نظامِ حیات کا تقاضا کرتا ہے۔ اس کا اپنا ایک ورلڈ ویو یعنی تصور کائنات ہے اور یہ کسی خدائی سکیم کو نہیں مانتا۔ یہ آج کے دور میں مغرب کا نظامِ حیات ہے۔ ہیومنزم اپنے عملی اقدامات میں انسانوں کی مخلوق کی تین حصوں میں تقسیم کرتا ہے۔ پہلی قسم ہے HUMANS، دوسری قسم ہے SUB-HUMANS اور تیسری قسم ہے NON-HUMANS۔ مغربی لوگ اپنے آپ کو ہیومنز کہتے ہیں۔ ایشیائی لوگ ان کے نزدیک SUB-HUMANS ہیں اور غیر ترقی یافتہ معاشرے مثلاً افریقی NON-HUMANS ہیں۔ دنیا میں اس وقت جو جنگ و جدل، قتل و غارت اور ظلم و ستم نظر آ رہا ہے وہ ہیومنزم کے انہی تصورات کی وجہ سے ہے۔ ہمارے مقتدر حلقے ہیومنزم کے فلسفہ حیات کو اور ہیومنزم کی اقدار کو ہماری تعلیم کی بنیاد بنانا چاہتے ہیں کہ جب کہ اس مقابلے میں :1۔ ہمارا نظام حیات، 2۔ ہمارا ورلڈ ویو، اور 3۔ ہمارا آئین اور معاشرتی نظام جس فلسفہ حیات پر مبنی نظام تعلیم اور نصاب تعلیم کو متشکل کرنا چاہتا ہے وہ اسلام ہے۔ نظریۂ پاکستان قائداعظم کے تصورات، قرارداد مقاصد، آئین کا آرٹیکل 31 تقاضا کرتا ہے کہ ہمارا قومی نظامِ تعلیم اور ہمارا قومی نصاب اسلام کے نظامِ حیات پر مبنی ہوگا جس کی اساسی اقدار یا پرائیم ویلیوز توحید، رسالت، آخرت اور عبادت ہیں جن میں انسان بنیادی طور پر اللہ کا عبد ہے اور اس کا مقصد زندگی اللہ کی عبادت، یعنی بندگی اور اطاعت ہے اور جن کی ذیلی اقدار میں حلال، حرام، عدل، ظلم، گناہ، ثواب، خیر، شر، دیانت، امانت، صدق، تعاون، اعتدال وغیرہ ہیں اور یہی وہ اقدار ہیں جو پورے نصاب کے تانے بانے میں پھیلی ہوں گی اور تعلیم کا مقصد انہی اقدار کو نئی نسل کے رویوں اور فکر و عمل میں جاری و ساری کرنا ہے۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بالکل مختلف ذہن اس نصابی کام پر حاوی ہے جو ہماری آئندہ نسلوں کو اپنے دین، اپنے کلچر، اپنی روایات اور اپنے تصورِ کائنات سے دُور لے جانا چاہتا ہے۔ اگر ہم پچھلے سالوں پر نظر ڈالیں تو پتہ چلتا ہے کہ مغربی این جی اوز اور خاص طور پر یو ایس کمیشن آن انٹرنیشنل ریلیجیس فریڈم (US COMMISSION ON INTERNATIONAL RELIGIOUS FREEDOM) یعنی ''امریکی کمیشن برائے بین الاقوامی مذہبی آزادی'' نے ہماری تعلیمی پالیسیوں پر گہرا اثر ڈالا ہے۔ مذکورہ امریکی کمیشن نے 2015ء میں جو ہماری نصابی اور درسی کتب پر تحقیقات کروائیں ان کے مطابق تقریباً 70 موضوعات کو قابل اعتراض گردانا گیا۔ یہ سب کے سب موضوعات مذہبی موضوعات ہیں، نیز جن اقدار کو ہمارے نصاب اور درسی کتب میں نافذ کرنے کی سفارش کی گئی وہ سارے کے سارے وہی ہیں جو ہم نے ان کی ویلیو ایجوکیشن کے تحت گنوائے ہیں۔ امریکی مذکورہ کمیشن کی رپورٹوں میں جہاد کی خصوصی نشانہ بنایا گیا نیز احمدیوں کے متعلق اعتراض اٹھائے گئے۔ مذکورہ کمیشن کی 2019ء کی رپورٹ میں پاکستان کے اس قانونی اقدام کی سخت مخالفت کی گئی ہے جس کے مطابق قرآن ناظرہ اور ترجمہ قرآن سکولوں میں لازمی مضمون کے طور پر پڑھایا جائے۔ ہمارے زیر نصابی خاکے میں پوری اطاعت گزاری کے ساتھ امریکی سفارشات پر عمل کیا گیا ہے۔

مجوّزہ نصابات پر ایک نظر

اسلامیات کا نصاب

اسلامیات کا نصاب پہلے بھی ہمارے ہاں حجم کے لحاظ سے بہت مختصر ہوتا ہے جس سے طالب علم کے ذہن میں نہ اسلامی عقائد راسخ ہوتے ہیں اور نہ اسلامی نظامِ حیات کا کوئی واضح اور مربوط تصور پیدا ہوتا ہے۔ زیر غور نصاب میں پہلی سے پانچویں تک ناظرہ قرآن شامل کیا گیا ہے جو فی الحقیقت 1960ء سے لازمی حیثیت رکھتا ہے اور اس کے لیے سکولوں میں زیرو پیریڈ ہوا کرتا تھا جس میں ناظرہ قرآن پڑھایا جاتا تھا۔ عملی صورت حال یہ ہے کہ اس پر عمل درآمد نہیں ہوتا رہا۔ اب حکومت نے تدریس القرآن کے متعلق بل پاس کیا ہے جس سے توقع لگی ہے کہ پانچویں

جماعت تک ناظرہ قرآن اور اعلیٰ ثانوی درجے تک ترجمہ قرآن کی تکمیل ہوگی۔ زیرِ غور نصاب میں اچھا ہوتا اگر تدریس القرآن کو علیحدہ حیثیت دی جاتی، نیز اسلامیات کے نصاب میں زیادہ بنیادی تصورات زیادہ وسعت اور گہرائی کے ساتھ دیے جاتے۔

نصاب کو ایمانیات، عبادات، سیرتِ طیبہ ﷺ، ہدایت کے سرچشمے، مشاہیر اسلام، اسلامی تہذیب اور عصر حاضر کے عنوانات کے تحت تقسیم کیا گیا ہے۔ عنوانات تو جامعیت ظاہر کرتے ہیں لیکن مواد جو ان عنوانات کے تحت تجویز کیا گیا ہے وہ ناکافی معلوم ہوتا ہے۔ مشاہیر اسلام میں چار پیغمبرؑ اور چار خلفاء راشدینؓ دیے گئے ہیں۔ بہتر ہوتا اگر حضرت آدم علیہ السلام کے ذکر سے پیغمبروں کا سلسلہ شروع ہوتا۔ بچوں کو تصور یہ دیا جانا چاہیے کہ حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر نبی آخر الزمان ﷺ تک اللہ کی طرف سے دین اسلام ہی بھیجا جاتا رہا ہے۔ نصاب میں سے غزوات کو بالکل نکال دیا گیا ہے اور جہاد کا تصور بھی مکمل طور پر مفقود ہے۔ حق کے لیے اللہ کی راہ میں جدوجہد جب تک بچوں کے اذہان میں جاگزیں نہ ہو ان میں حریت اور حق وصداقت کے لیے کھڑا ہونے کا جذبہ کیسے پیدا ہوگا؟ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ ویلیوز ایجوکیشن جو فی الحقیقت امریکی اور مغربی ڈکٹیشن کے تحت بڑی تفصیل کے ساتھ پیش کی گئی ہے اُس نے اسلامیات کے نصاب کو محدود کر دیا ہے۔ نصاب میں ویلیوز تو اسلام کی پھیلائی جانی چاہیے تھیں لیکن ہیومنزم کی ویلیوز نصاب پر چھا گئی ہیں۔ اسلامیات کا نصاب تجویز کرنا ایک قومی مجبوری تھی اس لیے بکھرے بکھرے انداز میں کچھ سمو یا گیا ہے۔

دیگر نصابات

اس کے بعد اردو کے نصاب پر نظر ڈالتے ہیں۔ ہمارے ملک اردو دانی کے لحاظ سے تنوع ہے۔ اردو بعض بچوں کی مادری زبان ہے۔ اسی طرح بعض گھروں میں اگرچہ اردو مادری زبان نہیں ہے لیکن گھر میں والدین بچوں کے ساتھ اردو میں بات کرتے ہیں۔ اس طرح سکول میں آنے والے بچوں کا اردو زبان کے لحاظ سے پس منظر مختلف ہے۔ لہٰذا نصاب میں اس کا مناسب طور پر خیال رکھا جانا چاہیے لیکن پہلے بھی ایسا ہی ہوتا رہا ہے اور اب جب کہ یکساں نصاب کی بات ہو رہی ہے تو اردو کے نصاب میں بچوں کے مختلف پس منظر کا خیال رکھنا ضروری ہے۔

ذخیرہ الفاظ کے لحاظ سے نصاب میں طے کیا گیا ہے کہ تیسری جماعت کے بچے اڑھائی ہزار الفاظ کو جانتے سمجھتے اور استعمال کرتے ہوں گے جب کہ پانچویں جماعت کے بچے پانچ ہزار الفاظ کو بولنے لکھنے پڑھنے میں استعمال کر سکیں گے۔ اب یہ اڑھائی ہزار یا پانچ ہزار الفاظ کون سے ہوں گے اس ذخیرہ الفاظ کی فہرست موجود نہیں ہے۔ یہ تحقیق کا کام ہے اور مختلف پس منظر کے بچوں کے لیے اس طرح کے ذخیرہ الفاظ کی فہرستیں تیار کرنا بڑی مہارت اور جان فشانی کا کام ہے۔ انگریزی کا نصاب اگر دیکھا جائے تو یوں معلوم ہوتا ہے کہ اس کے پیچھے کوئی لسانی پالیسی نہیں ہے۔ نیز لیول کے لحاظ سے شاید ان بچوں کو سامنے رکھا گیا ہے جن کے گھروں میں ماں باپ زیادہ تر انگریزی میں بات کرتے ہیں اور ان کے گھر میں انگریزی میڈیا کے پروگرام دیکھے سنے جاتے ہیں۔ المختصر یہ کہ انگریزی کا نصاب بچوں کی ضروریات اور ذہنی سطح کے مطابق نہیں ہے کہ بلکہ کسی مغربی انگلش سپیکنگ ملک کے لیے ہے۔

انگریزی، اردو، اسلامیات، معاشرتی علوم اور جنرل نالج کے نصابات کا تجزیہ کیا جائے تو اُفقی اور عمودی ربط غائب نظر آتا ہے۔ سارے مضامین اور سارا نصاب تو ایک ہی بچے نے پڑھنا ہوتا ہے لہٰذا اُفقی اور عمودی ربط اشد ضروری ہے۔ معلومات میں GAP یا OVERLAP نہیں ہونا چاہیے۔

معاشرتی علوم کا نصاب یکسر گنجلک نظر آتا ہے۔ ویلیوز ایجوکیشن میں دی گئی ویلیوز کو بچوں کے ذہنوں پر ٹھونسنے کی وجہ سے زبان و بیان میں پیچیدگی بڑھ گئی ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ سب باتیں بچوں کے ذہنوں کے اوپر اوپر سے ہی گزر جائیں گی۔

معاشرتی علوم، جنرل نالج اور انگریزی کے نصاب میں کمپیوٹر کٹ پیسٹ کا کمال زیادہ ہے۔ بعض امریکن ریاستوں، سکولوں اور سکول سسٹمز کے نصابی خاکے اٹھا کر ڈال دیے گئے ہیں جو حوالے اور ویب سائٹس بطور رہنمائی کے دیے گئے ہیں ان سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ امریکی سکولوں کے نصاب کو پاکستانی بنائے بغیر ہی ڈال دیا گیا ہے۔

پاکستان میں پہلے جو نصابات بنائے جاتے تھے ان کے عمومی مقاصد اور خصوصی مقاصد اس طرح بیان کیے جاتے تھے کہ انہیں بچوں کو منتقل کرنے کے لیے بہت توضیح و تشریح کی ضرورت

نہیں ہوتی تھی لیکن زیرِ نظر نصابی ڈرافٹ میں سٹینڈرڈ اور سٹوڈنٹس لرنگ آؤٹ کم (SLOs) کے نام سے طلبہ کے تعلیمی مقاصد دیے گئے ہیں جو کنفیوزنگ ہیں اور ان سے یہ پتہ بھی نہیں چلتا کہ کون سا لوازمہ درسی کتب کا حصہ بنے گا!

سائنسی اور ریاضی کے نصاب کے متعلق فی الحال ہم یہ تبصرہ کریں گے کہ ان میں عمومی ربط کا فقدان ہے نیز کئی ایک تصورات غیر ضروری ہیں اور ماحول سے ہٹے ہوئے ہیں۔ اصل میں مسئلہ وہی ہے کہ امریکی سکولوں کا نصاب اٹھا کر ڈال دیا گیا ہے جس سے مقامی ماحول سے ان کی نامناسبت کھل کر سامنے آ گئی ہے۔

مثالیں

یہاں ہم کچھ مثالیں پیش کرتے ہیں جن سے اس تاثر کو جو ہماری تحریر سے اُبھرتا ہے منطقی سپورٹ مہیا ہو گی:

1۔ ڈیماکریسی، ہیومن رائیٹس اور رول آف لا کے تحت پہلی سے تیسری جماعت کے دوران بچوں سے جو ان کی ذہنی سطح سے بلند اور غیر منطقی توقع کی جا رہی ہے اس کی مثال حسب ذیل ہے:

''UNDERSTAND WHAT FAIRNESS IS AND WHAT THEIR RESPONSIBILITIES ARE TO BE FAIR IN THE CLASS ROOM AND WITH THEIR PARENTS, SIBLINGS, FRIENDS, RELATIVES AND NEIGHBORS. "

''UNDERSTAND WHAT BASIC HUMAN NEEDS AND BASIC HUMAN RIGHTS ARE"

2۔ چوتھی اور پانچویں جماعت کے DIVERSITY اور TOLERANCE کے حوالے سے مندرجہ ذیل توقع کی جا رہی ہے:

"DEFINE THE TERM DIVERSITY AND IDENTIFY THE KEY CHARACTERISTICS OF DIVERSE GROUPS WITHIN SOCIETIES."

3۔ جنرل نالج کے نصاب کے تحت پہلی جماعت کے بچے سے ٹریفک رولز کے متعلق جو توقع کی جاری ہے وہ یہ ہے:

"IDENTIFY THE SAFETY RUELS THEY SHOULD FOLLOW WHILIE WALKING ON THE ROAD, CROSSING A ROAD, TRAVELLING BY BUS ETC".

4۔ سوشل سٹڈیز میں سٹینڈرڈ 4 کے تحت چوتھی پانچویں جماعت کے طلبہ سے جو توقع کی جارہی ہے وہ یہ ہے:

''ALL STUDENTS WILL IDENTIFY THE KEY CHARACTERISTICS AND SPIRIT OF THE CONSTITUTION OF PAKISTAN AND UNDERSTAND THE RIGHTS AND RESPONSIBILITIES OF CITIZENS AT LOCAL, NATIONAL AND GLOBAL LEVELS''

سٹینڈرڈ 5 کے تحت اسی سطح کے بچوں سے جو توقع کی جارہی ہے اس کا بیان اس طرح ہے:

"ALL STUDENTS WILL DESCRIBE HOW RESOURCES AD CHOICES REGARDING PRODUCTION, DISTRIBUTION AND CONSUMPTION OF GOODS AND SERVICES AFFECT THE WELL BEING OF THE INDIVIDUALS AND SOCIETY''.

5۔ ارلی چائلڈ ہڈ ایجوکیشن کے نصاب میں تین چار سال کی عمر کے بچے کے لیے پرسنل اور سوشل ڈویلپمنٹ کے عنوان کے تحت متوقع نتیجہ (EXPECTED OUTCOME) کے حوالے سے بیان کیا گیا ہے کہ:

"DEVELOP PROBLEM SOLVING SKILLS BY IDENTIFYING PROBLEMS AND FINDING THE BEST SOLUTIONS".

6۔ انگلش کا نصاب بڑی محنت سے کسی انگلش سپیکنگ ملک کے نصابی خاکے سے نقل کیا گیا ہے پراگریشن میٹرکس جو نصابی کیا بچے کے صفحہ 15 سے 60 تک دیا گیا ہے واقعی بڑا تفصیلی اور متاثر کن ہے لیکن یہ کسی ایسے ملک کے لیے نہیں ہے جہاں انگلش کو غیر ملکی زبان کے طور پر پڑھایا جاتا ہو اور جہاں پڑھانے کے لیے اساتذہ خود انگلش کو بطور مادری زبان استعمال نہیں کرتے۔ ہم اپنی بات کو سپورٹ کرنے کے لیے نصابی رپورٹ میں سٹینڈرڈ اور سٹوڈنٹس لرننگ آؤٹ کم (SOLs) کا ذکر کریں گے۔ مثلاً کمپی ٹینسی (COMPETENCY) 4 یعنی WRITING SKILLS کے تحت

سٹینڈرڈا کا بیان یوں ہے:

"STUDENTS PRODUCE ACADEMIC, TRANSACATIONAL AND CREATIVE WRITING THAT IS FLUENT, ACCURATE, FOCUSED AND PURPOSEFUL AND SHOWS AN INSIGT INTO THE WRITING PROCESS."

درج بالا سٹینڈرڈ کے تحت چوتھی جماعت کے لیے ایک سٹوڈنٹ لرننگ آؤٹ کم کی مثال اس طرح ہے:

''WRITE SHORT TEXTS IN SPEECH BUBBLES AND CARTOON STRIPS USING VOCABULARY TONE AND STYLE OF EXPRESSION APPROPRIATE TO THE COMMUNICATIVE PURPOSE OF CONTEXT''.

اوّل تو ہمارے اساتذہ کے لیے یہ باتیں سمجھنا ہی ممکن نہیں ہے اور اگر وہ بالفرض سمجھ بھی جائیں تو طلبا سے یہ سب کچھ کروانا ممکن نہیں ہے۔ نصابی کمیٹی نے کسی انگلش سپیکنگ ملک کا نصاب اٹھا کر دے دیا ہے، یہ سوچے بغیر کہ اسے پاکستان میں پڑھانا ہے جہاں ابھی تک مارننگ واک کا مضمون رٹا لگوا کر یاد کرایا جاتا ہے۔ نصاب اچھا اور معیاری ہونا چاہیے لیکن اسے زمینی حقائق کو سامنے رکھتے ہوئے قابل نفاذ بھی ہونا چاہیے۔

حاصل مطالعہ

پہلی سے پانچویں تک کے نصابی کتابچوں کو اور خاص طور پر ویلیو ایجوکیشن کے حصہ کو دیکھ کر نظر آتا ہے کہ:

1۔ یہ نصاب مغربی تہذیب اور کلچر کے فروغ کے لیے بنایا گیا ہے۔

2۔ نظامِ اقدار جس پر یہ مبنی ہے وہ ہیومنزم کی اقدار ہیں اور اسلامی تہذیب وتمدن کے ساتھ ان کا کوئی تعلق نہیں ہے۔

3۔ نصابی خاکہ میں جو تصورات اور لوازمہ تجویز کیا گیا ہے وہ بچوں کی ضروریات، معاشرے کی ضروریات اور بچوں کے ذہنی لیول کے مطابق نہیں ہیں۔

4۔ مغربی/امریکی سکولوں کے نصابات کی بھونڈی نقل ہے جو ہمارے نظام تعلیم میں جگہ

نہیں پا سکے گا۔

5۔ نصاب میں افقی اور عمودی ربط کا خیال نہیں رکھا گیا۔

6۔ یو ایس کمیشن آن ریلیجس فریڈیم کی سفارشات بلکہ ڈکٹیشن پر عمل کیا گیا ہے۔ اسلامی اقدار، اسلامی فکر اور خصوصاً جہاد کے تصور کو مکمل طور پر نظر انداز کیا گیا ہے۔

7۔ اُردو اور انگریزی کا نصاب بچوں میں مطلوبہ لسانی صلاحیتیں پیدا نہیں کر سکے گا خصوصاً متوسط اور نچلے متوسط گھرانوں کے بچے، دیہاتی سکولوں کے بچے اور اساتذہ اس نصاب کے تقاضوں سے عہدہ برآ نہیں ہو سکیں گے۔

کیا کیا جائے؟

1۔ اس نصاب کو مکمل طور پر مسترد کر دیا جائے۔

2۔ حکومتی زعماء کو احساس دلایا جائے کہ یکساں نظامِ تعلیم کا ان کا مستحسن فیصلہ اس نصاب کے ہوتے ہوئے نافذ نہیں ہو پائے گا۔

3۔ چونکہ اس نصاب کی پشت پر امریکی/ مغربی دباؤ ہے اور اندرونِ ملک سیکولر لابی اس نصاب کی سپورٹ میں ہوگی اس لیے ملک کی دینی اور محبِّ وطن قوتوں کو میڈیا کے ذریعے سیمینارز اور کانفرنسوں کے ذریعے، اخباری مضامین کے ذریعے اور خصوصاً سوشل میڈیا کے بھرپور استعمال کے ذریعے اس احمقانہ نصاب کے خلاف ایک ماحول پیدکرنا چاہیے۔

4۔ اٹھارہویں ترمیم کے بعد سب اپنا اپنا نصابِ تعلیم بنانے میں قانوناً آزاد ہیں۔ اس سلسلہ میں پنجاب کے محکمہ تعلیم نے جو اپنا نصاب بنا رکھا ہے وہ وفاقی حکومت کے اس زیرِ غور نصابی مسودے سے بہتر ہے۔ اس حوالے سے صوبائی سطح پر لابی اِنگ ہونی چاہیے تاکہ وفاق درست رویہ اختیار کرے۔ نیز دینی مدارس کے وفاقوں کو بھی متحرک کرنا چاہیے کیونکہ یہی نصاب انہیں بھی اپنے قائم کردہ سکولوں میں پڑھانا ہوگا۔ نیز ضروری ہے کہ اگر کوئی یکساں نصابِ تعلیم نافذ ہونا ہے تو وہ سب کی شراکت اور رضامندی سے نافذ ہو۔

مسلم معاشرے میں مغرب زدہ خواتین امریکی کلچر پر ایمان لاکر اس کی تبلیغ میں مصروف ہیں

ابوفیصل محمد منظور انور

ؔ زمانہ آیا ہے بے حجابی کا عام دیدارِ یار ہوگا
سکوت تھا پردہ دار جس کا وہ راز اب آشکار ہوگا

اقوامِ متحدہ کی ایک تنظیم نے 2008ء اور پھر 2012ء میں پاکستان کو سیکس فری بنانے اور بے حیائی عام کرنے کے لئے ایک مراسلہ بھجوایا تھا۔ تاہم اس وقت کی حکومت نے ایسا کرنے سے انکار کر دیا تھا مگر 2017ء میں اسی تنظیم نے پھر مراسلہ بھجوایا تو اس وقت حکومت نے اس میں 'noted' کے الفاظ لکھ کر جواب دیا تھا جس کا مطلب ہے کہ اس پر غور کیا جائے گا، جس پر محکمہ خارجہ کے کئی متعلقہ افسران رنجیدہ رہے۔ لگتا ہے کہ بے حیائی اور فحاشی کو فروغ دینے کے لئے سرگرم ایسی ہی تنظیم نے اپنا کام جاری رکھا اور پھر اس تنظیم کے ایما پر اسلامی جمہوریہ پاکستان میں گزشتہ سال بے حیائی پر مبنی پہلا شو آف پاور کیا گیا تھا اور اس کے ہی ایما پر اپنے آپ کو مسلمان کہلوانے والی کچھ مغرب زدہ خواتین نے مغربی NGO's کی سرپرستی میں خواتین کا عالمی دن اس طرح منایا کہ پوری قوم حیران و ششدر اور انگشت بدنداں رہی۔ چند آزاد خیال مغرب زدہ عورتوں نے خواتین کی آزادی کے عالمی دن کے موقع پر کراچی لاہور اور اسلام آباد کی سڑکوں پر جو نعرے لگائے اس کی دنیا بھر کی دیگر مہذب اقوام کی سنجیدہ خواتین نے بھی مذمت کی تھی۔ ''میرا جسم میری مرضی'' اور ''کبھی شادی نہ کروں گی''، ''میں مطلقہ ہو کر خوش ہوں'' ایسے اخلاق باختہ یہ نعرے

لگائے گئے تھے۔ایسے گھٹیا سلوگن ہماری مسلمان خواتین کو زیب نہیں دیتے تھے۔ یہ مادر پدر آزاد معاشرے کی دلدادہ روشن خیال چند عورتیں آخر چاہتی کیا تھی؟ کراچی میں اس دن عورتوں سے اظہار یکجہتی کے لئے جلوس میں شامل ایک بڑھے نے تو انتہا کر دی تھی جو نکاح ایسے مقدس بندھن کو بھی 1825ء کے انگریزوں کا انوکھا حکم نامہ قرار دے رہا تھا اور نکاح کے معاہدے کو ختم کرنے کا مطالبہ کر رہا تھا کیا یہ شخص مسلمان تھا؟ معلوم نہیں ہے کسی بے نکاحی جوڑے کی اولاد یہ (حرام زادہ) کون تھا یہاں کیوں کر لایا گیا اور اس نے یہ بکواس کس کے کہنے پر کی تھی؟ آخر یہ کس کا ایجنڈہ بڑھایا جا رہا تھا؟ نہ جانے یہ گھٹیا عناصر انسانیت سے گر کر قعرِ مذلت کی گہری کھائیوں میں جانے کے لئے کیوں بے تاب ہیں؟ اس وقت مغربی ممالک اور امریکہ گناہوں کی دلدل میں اتنا دھنس چکے ہیں کہ نکلنے کے لئے ان کو اب کوئی راستہ دکھائی نہیں دے رہا ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے عذاب کی گرفت میں ہیں۔قرآن مجید میں ایسی ہی کسی بے راہ روی کا شکار قوم پر عذابِ الٰہی کا یوں ذکر ہوا ہے: ''سو اُس نے اپنے کاموں کی سزا کا مزہ چکھ لیا اور ان کا انجام نقصان ہی تو تھا'' (سورۃ الطّلاق)۔کیا ہم اس مغربی سوسائٹی کی تقلید کریں گے جس کے بے ضمیر افراد بے لباس ہو کر جلوس نکال کر سڑکوں پر آجائیں۔ان کی گھٹیا حرکات کا تو ماتم ہی کیا جا سکتا ہے۔ جو میری مسلمان مائیں، بہنیں اور بیٹیاں ان مظاہروں میں شامل تھیں شاید کہ انھوں نے کبھی اسلامی و قرآنی تعلیمات کا مطالعہ ہی نہیں کیا اور انھیں دین اسلام اور اسلامی احکامات بارے کچھ بھی علم نہیں ہے۔انھیں نیکی و بدی بارے قرآن سے رہنمائی کی اشد ضرورت ہے۔

ہماری مسلمان خواتین کے لیے قرآن نے بطور اُسوۂ حسنہ کے دو عظیم خواتین کی مثال بیان کی ہے: ''اور اہل ایمان عورتوں کے لئے اللہ مثال بیان کرتا ہے (ایک) فرعون کی بیوی کی، جب اس نے کہا: اے میرے پروردگار! تو میرے لئے بنا دے اپنے پاس ایک گھر جنت میں، اور مجھے فرعون سے بھی اور اس کے عمل سے بھی نجات دیدے اور مجھے اس ظالم قوم سے (جلد از جلد) چھٹکارا دلا دے، اور (دوسری) عمران کی بیٹی مریم کی، جس نے اپنی عصمت کی حفاظت کی، تو ہم نے اس میں اپنی روح میں سے پھونکا اس نے تصدیق کی اپنے رب کی تمام باتوں کی اور اس کی کتابوں کی، اور وہ بہت ہی فرمانبرداروں میں سے تھیں''۔(سورۃ التحریم: 11)

اس سال 8 مارچ کو خیر سے ایک بار پھر عورت کے آزادی مارچ کی آواز کی گونج سنائی دے رہی ہے۔ اس عورت مارچ میں اس بار اُسی پرانے سکرپٹ کے شرطیہ نئے پرنٹ کے ساتھ بہت کچھ نیا نرالا ہوگا۔ میرا جسم میری مرضی، دوپٹہ اچھا لگتا ہے تو مرد اپنی آنکھوں پر باندھ لیں، والا سلوگن ہوا پرانا۔ میں بیوہ ہوکر خوش، میں کھانا گرم نہیں کروں گی' اپنا کھانا خود گرم کرو، لال لال کے بعد اب نئی کمانڈو فورس تیار کی جارہی ہے۔ تبدیلی آگئی ہے یارو۔ ترانہ بھی اپنا اور نعرے بھی نئے۔ اس مارچ شو میں 'کھڑکی توڑ' رش کی امید رکھیں۔ جس کے لئے اسلام آباد، لاہور، کراچی سمیت دیگر بڑے شہروں میں مخصوص گروہ ابھی سے متحرک ہیں۔ باقاعدہ تربیتی مراکز میں پوسٹر ڈیزائنگ کے مقابلے منعقد ہورہے ہیں۔ کچھ لوگ سمجھتے ہیں کہ یہ عورت مارچ اور لال لال لہرانے والی خواتین کسی ایک جگہ پر اتفاقاً اکٹھی ہوجاتی ہیں۔ ایسا ہرگز نہیں ہے۔ مظاہروں کے شرکاء کے لئے باقاعدہ فنڈنگ کی جاتی ہے اوران کی تعداد بڑھانے کے لئے باقاعدہ منصوبہ بندی کی جاتی ہے۔ مگر لگتا ہے ہماری دینی و مذہبی جماعتوں کی قیادت ابھی تک گہری نیند کے مزے لے رہی ہے۔ جب یہ عورت مارچ ہوجائے گا تو اس کا ردعمل آئے گا۔ الیکٹرانک میڈیا، سوشل میڈیا سمیت ہر جگہ شور ہوگا تو مذہبی شخصیات بھی بیدار ہوں گی، مختلف چینلز پر بیٹھے دانشور ٹاک شوز میں لمبی لمبی بحث کرتے نظر آئیں گے اور بڑے ہی ناصحانہ انداز میں کالم بھی لکھے جائیں گے اور ''اسلام میں حقوقِ نسواں'' کے عنوان پر بحث بھی چھیڑی جائے گی جس کا سارا فائدہ بے حیائی کو فروغ دینے والی ابلیسی ایجنڈے والی این جی اوز اوران کے سرپرستوں کو ہوگا۔ قوم انتظار کرے کہ یہ عورت مارچ کب بڑے شہروں سے نکل کر ہر گلی محلے میں آپہنچے۔ افسوسناک امر یہ ہے کہ مذہب بیزار مغرب زدہ بعض مخصوص حلقوں کی ایما پر وطن عزیز میں دینی و معاشرتی روایات اور دین اسلام کی مخالفت میں سب کچھ کرنے کی کھلی چھٹی دے دی گئی ہے کہ وہ اشتعال انگیز نعرے لگائیں۔ ملکی قوانین، حکومتی ضابطوں کی صریحاً خلاف ورزی کریں، یہ جو چاہیں کہیں، کریں کوئی انہیں پوچھنے والا نہیں ہے۔ انسانی حقوق تو صرف انہی لبرل عناصر کے ہیں جو مغربی ایجنڈے کو آگے بڑھانے کے لئے سرگرم عمل ہیں باقی قوم کسی گنتی شمار میں نہیں آتی ہے۔

کچھ عرصہ پہلے ایک دینی تنظیم نے ایک عام سے پیغام ''ہمیں اشتہارات میں خواتین

کی تصاویر استعمال نہیں کرنی چاہئیں'' والا بل بورڈ، فاطمہ جناح یونیورسٹی کچہری چوک راولپنڈی میں لگایا تھا، جسے نصب کیے جانے کے 8 گھنٹے کے اندر ہٹا دیا گیا۔ جبکہ آزادیٔ اظہار اور کلمہ حق کہنے کے دعویدار اخبارات نے تو رقم لے کر بھی یہ اشتہار چھاپنے سے انکار کر دیا۔ اشتہار میں قرآن پاک کی ایک آیت بمع ترجمہ بھی درج تھی۔ افسوس صد افسوس ہے کہ ریاست مدینہ بنانے کے دعویداروں سے اللہ کا ایک حکم بھی برداشت نہیں ہوسکا۔ یہ اسلامی جمہوریہ پاکستان ہے جہاں قرآنی آیت والا اشتہار معاوضہ دے کر اپنے خرچ سے بھی شائع نہیں کرایا جاسکتا۔ جبکہ اسلامی و معاشرتی روایات کی دھجیاں اڑانے کے لیے شیطانی عورت مارچ کی تشہیر فی سبیل اللہ (مفت) میں ہوگی اور مادر پدر آزاد میڈیا پر اس کی بھرپور کوریج ہوگی۔۔

مغربی معاشروں میں تو حیوانوں کی طرح جنسی بے راہ روی کا بازار گرم ہے اور تعلیمی اداروں کا حال بھی انتہائی گندہ ہے، وہاں مرد عورت کی عزت کو بڑی آسانی سے پامال کر دیتا ہے۔ وطن عزیز میں لڑکیوں کی ایسی تعلیم جس میں اس کی عزت وعصمت، وقار، شرافت سب کچھ کھو جائے اور صرف فیشن کے نئے نئے انداز پر زور ہو، یہ نیم عریاں لباس کی آزادی ہمیں کہاں تک لے جائے گی۔ موجودہ نوجوان نسل میں اخلاقی گراوٹ آخری حدوں کو چھو رہی ہے یونیورسٹیز اور کالجز میں آج کا مخلوط تعلیمی نظام ہماری خاندانی تباہی کا پیش خیمہ ہے یونیورسٹیز میں بڑھتی ہوئی یورپی فضا کو قابو کرنا ناممکن ہوگیا ہے۔ پاکستان میں چھوٹی کلاسز سے مخلوط تعلیم کا آغاز کر کے بچوں کی ذہن سازی کی جارہی ہے کہ ہم آزاد خیال لوگ ہیں۔ والدین اپنی اولاد کو اعلیٰ تعلیم یافتہ بنانے کے لئے مخلوط تعلیم والے کالجز، یونیورسٹیز اور مغربی ممالک میں بھیج رہے ہیں مگر وہ نئی نسل اصل تعلیمی اہداف کے حصول کی بجائے بے شعور اور بے دین ہو رہی ہے۔ انھیں حصولِ تعلیم کی آزادی دی گئی تاکہ اچھے انسان کے ساتھ ساتھ اچھے مسلمان بھی بن سکیں مگر انھوں نے اپنے آپ کو یورپی تہذیب کے سپرد کر دیا ہے۔ بقول علامہ اقبال ؎

ہم سمجھتے تھے کہ لائے گی فراغت تعلیم   کیا خبر تھی کہ چلا آئے گا اِلحاد بھی ساتھ

نئی نسل سے گزارش ہے کہ وہ ایسے بے حیا کلچر کو اپنانے سے اجتناب کریں۔ آئے روز بچوں کے ساتھ جنسی تشدد کے شرمناک واقعات یہ سب اسلامی تعلیمات سے دانستہ انحراف کا نتیجہ نہیں تو اور کیا ہے؟ ہم کہاں جارہے ہیں؟ ہماری منزل کیا ہے؟ وہ والدین ہی قصوروار ہیں جو اپنی

اولاد کو خود جہنم کے گڑھے میں پھینکنا چاہتے ہیں۔ دین اسلام کے نام پر معرضِ وجود میں آنے والے اسلامی جمہوریہ پاکستان میں، بدقسمتی سے گزشتہ سات عشروں سے اقتدار پر قابض ہمارے اکثر حکمران وقتی اور ذاتی مفادات کی خاطر مغربی طاقتوں کے اسلام دشمن ایجنڈے پر گامزن ہو کر، عورت کو خود مختاری، آزادی اور حقوق دلانے کے نام پر مغرب کی مادر پدر آزاد سوسائٹی کی تقلید میں مددگار رہے ہیں جس میں حیا، ستر پوشی، پردہ اور برقع کے اسلامی احکامات کو ناپسند کیا جاتا ہے۔ مغرب میں تو بے حیائی کے کلچر کو فروغ دے کر عورت کو آوارگی کی طرف دھکیل دیا گیا ہے۔

دین اسلام اپنی تعلیمات میں خواتین کو ایک خاص دائرے میں رہتے ہوئے ایسے تمام تر حقوق دیتا ہے جس کا مغربی معاشرے میں تصور بھی محال ہے۔ آفاقی دین اسلام میں خواتین کو جو حقوق حاصل ہیں وہ کسی بھی دیگر مذہب میں نہیں دیے گئے جس کا اعتراف دیگر ادیان کے پیروکار اور غیر مسلم سکالر بھی کرتے ہیں۔ دین اسلام میں بیوی، بیٹی، ماں، بہن کے رشتوں کے تقدس کا خیال رکھتے ہوئے اس کا کردار متعین کر کے ان کو شوہر، باپ، بیٹا اور بھائی کے ترکہ میں وراثت کا پورا حق دیا گیا ہے جبکہ دوسرے مذاہب میں خواتین کے لیے وراثتی حقوق کا ایسا تصور بھی نہیں ہے۔ دین اسلام میں بیوہ اور مطلقہ عورت کے بھی حقوق متعین کر دیے گئے ہیں عورتوں کو اپنے گھر میں اپنی چادر اور چار دیواری کے اندر رہ کر باعزت طریقے سے زندگی گزارنے کا حق دیا گیا ہے۔

مغرب کے مادر پدر آزاد لادین معاشرے کے عیاش مردوں نے عورت کو آزادی و حقوقِ نسواں کے نام پر دھوکہ دے کر اپنی معاشی تگ و دو سے جان چھڑا لی ہے اور ایک سازش کے ذریعے اسے گھر سے باہر نکال کر خود بیوی بچوں کی کفالت کی ذمہ داریوں سے سبکدوش ہو گئے ہیں، جس کے نتیجے میں مغربی عورت گھریلو معاشی اخراجات پورے کرنے کی خاطر گھروں سے باہر دفاتر اور فیکٹریوں میں کام کرنے پر مجبور ہے۔ اس مادر پدر آزاد معاشرے میں شادی کرنے اور بچے پالنے کا تصور بھی ان کے لئے جاں گسل ہے۔ عورت کی ضرورت سے بڑھ کر آزادی نے وہاں خاندانی نظام کو تباہ و برباد کر کے رکھ دیا ہے، اخلاقی بے راہ روی کا شکار معاشرے کے کچھ افراد اس بدبودار ماحول سے نجات کے لئے آواز اٹھاتے ہیں تو بے حیائی کے سیلاب میں ڈوبی اکثریت ان کی راہ میں شدت سے مزاحمت کرتی ہے اور مختلف حیلے بہانے کر کے نا صرف ان کی

آواز کو دبا دیا جاتا ہے بلکہ انھیں خواتین کی ترقی کے دشمن اور حقوق نسواں کا مخالف گردانا جاتا ہے۔ مغرب کی تقلید میں سابقہ مسلم لیگی حکومت کے دور میں ہمارے ہاں حقوقِ نسواں بل کے نام سے ایک نیا قانون بنایا گیا تھا جس پر انھیں سنجیدہ حلقوں کی طرف سے شدید تنقید کا سامنا کرنا پڑا تھا۔ موجودہ سنگین حالات اسی حقوقِ نسواں بل کا ہی تو نتیجہ ہیں۔ تحریک انصاف کے رہنما موجودہ وزیر اعظم عمران خان نے اس وقت کہا تھا کہ وہ خیبر پختونخواہ میں خواتین کو شریعت اسلامی کے مطابق حقوق دلوائیں گے مغربی قوانین ہماری خواتین کو بااختیار نہیں بنا سکتے۔ مگر اب وہ وزیر اعظم اسلامی جمہوریہ پاکستان اور ریاست مدینہ بنانے کے دعویدار بھی ہیں، پھر خاموش کیوں نظر آتے ہیں؟ اس وقت ملک بھر میں آزادیٔ نسواں کے نام پر بے ہودگی کی انتہا کی جارہی ہے۔ عالمی یومِ خواتین کے موقع پر چند خواتین کی بے ہودہ حرکات اور نعرے، مختلف ٹی وی چینلز پر بیٹھ کر مادر پدر آزاد سوسائٹی کی نمائندہ ایک ڈاکٹر صاحبہ اور ان کی ہم خیال عورتوں کا مسلم معاشرے میں مغربی کلچر کی تبلیغ کر کے بے حیائی کو فروغ دینا، ایک ٹی وی اینکر کا صبح کی نشریات میں 12-14 سال کی بچیوں سے ڈانس کا مقابلہ کروانا اور ہمارے گورنمنٹ اور پرائیویٹ تعلیمی اداروں میں میوزیکل کنسرٹ منعقد کرانا یہ سب واقعات ہمارے اسلامی تشخص پر کاری ضرب کے مترادف ہے لہٰذا ایسے واقعات کو فوراً روکنا اشد ضروری ہے۔ مغرب زدہ مرد وعورتیں ہمارے خاندانی نظام کو درہم برہم کرنے اور عریانی و فحاشی کے گندے ماحول کو عام کرنے کی سازشوں میں مصروف ہیں ایسے بے ہودہ پروگرامز کی تو ہماری عفت مآب گھریلو مسلم خواتین شدید مذمت کر رہی ہیں۔ پاکستان کی خواتین کی اکثریت راسخ العقیدہ مسلمان ہے جو دین اسلام کے تحت حاصل شدہ حقوق سے پوری طرح مطمئن ہیں۔ ملکی سطح پر لادینیت کا پرچار کرنے والی ان عورتوں کی حرکات کی مذمت کی جانی چاہیے۔ اللہ اس طبقہ کو امریکی ابلیسی صہیونی کلچر سے بچائے؟ یہ مغرب کا آلہ کار بن کر مسلم معاشرے کی اقدار تباہ کر رہا ہے۔ نیز ریاست مدینہ بنانے کی دعویدار حکومت اور دینی جماعتوں کی ذمہ داری ہے کہ وہ ایسے واقعات کا نوٹس لے کر حزب الشیطان کا راستہ روکیں۔

فسادِ قلب و نظر ہے فرنگ کی تہذیب   کہ روح اس مدنیت کی رہ سکی نہ عفیف
رہے نہ روح میں پاکیزگی تو ہے ناپید   ضمیر پاک و خیالِ بلند و ذوقِ لطیف

علامہ اقبال

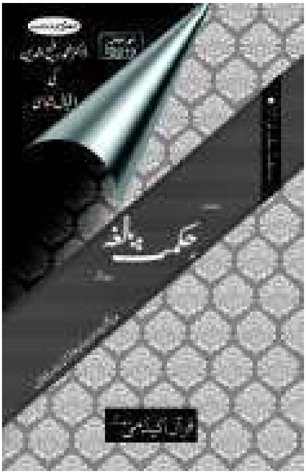

ماھنامہ حکمتِ بالغہ جھنگ کی خصوصی اشاعت (نومبر 2019ء)

ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی اقبال شناسی

پر اہل علم کے تأثرات

(گزشتہ سے پیوستہ)

16 ڈاکٹر طالب حسین سیال

سابقہ ڈائریکٹر اقبال بین الاقوامی ادارہ برائے تحقیق و مقالہ بین الاقوامی اسلامی یونیورسٹی، اسلام آباد

یوں تو حکمت بالغہ کا ہر شمارہ فکر انگیز ولولہ خیز اور معلومات کا خزینہ ہوتا ہے لیکن اس دفعہ نومبر 2019ء کے شمارے نے دھوم مچادی ہے۔ ادب اور اقبال کے نام پر بنے ہوئے ادارے اور اکیڈمیز وسائل کے باوجود اس قسم کا لٹریچر تسلسل اور دردمندی سے شائع کرنے سے قاصر ہیں۔ قرآن اکیڈمی جھنگ کا نمائندہ 'حکمت بالغہ' ہر سال اقبال کی شخصیت اور فکر پر وقیع مضامین شائع کرتا ہے۔ نومبر 2019ء کا شمارہ جسے ''ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی اقبال شناسی'' سے موسوم کیا گیا ہے، اقبال شناسی کے اہم پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔ اس شمارے کے مطالعہ سے اقبال سے عقیدت رکھنے والے اور ڈاکٹر رفیع الدین کے شاگردان رشید مسرور ہوئے ہیں اور اقبال کی فکر کی تنقیص کرنے والے مایوس اور نامراد ہوئے ہیں۔

زیر نظر شمارہ حکمت بالغہ کا تیرھواں خصوصی شمارہ ہے، اس کے تمام مضامین کا محور ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی شخصیت اور ان کی فکر ہے۔ ان کی فکر دراصل اقبال کی فکر کی تشریح وتوضیح ہے وہ اقبال شناسی میں لاثانی مقام رکھتے ہیں یہی وجہ ہے کہ ان کو اقبال اکیڈیمی پاکستان کے پہلے ڈائریکٹر ہونے کا اعزاز حاصل ہے۔ آپ ریٹائرمنٹ کے بعد بھی اس عہدہ پر کئی سال جانفشانی

سے کام کرتے رہے۔حکمت بالغہ کے اس شمارے میں ڈاکٹر رفیع الدین کی شخصیت،ان کے افکار ان کے سوانحی حالات اور مشاہیر ادیبوں، شاعروں اور دانشوروں سے ان کے روابط کی مفصل روئیداد موجود ہے۔ ویسے تو ہر مضمون اور ہر تحریر نہایت عمدہ اور معلومات افزا ہے لیکن ڈاکٹر شفیق عجمی صاحب کے دو مضامین بعنوان ڈاکٹر محمد رفیع الدین حیات و شخصیت اور مقام و مرتبہ اس شمارے کی جان ہیں۔شفیق عجمی صاحب نے جس جامعیت اور منطقی انداز سے ان کے سوانحی حالات اور ان کی تعلیم و ملازمت اور اقبالیات کی خدمت پر خامہ فرسائی کی ہے وہ قابل داد ہے۔ ان کا دوسرا مضمون تجزیاتی اور تحقیقاتی لٹریچر میں ایک نادر باب کا اضافہ ہے۔ان کا اسلوب بیان مدلل، دل کش اور علمی لحاظ سے بلند، مگر عام فہم ہے۔ان کا اقبال شناسوں کی تحریروں کا تقابلی محاکمہ، پر مغز اور معلّمانہ ہے میں ان کو ان دونوں مضامین کے بلند علمی معیار اور تنوع پر مبارک باد پیش کرتا ہوں،اس قسم کی دل آویز اور ابہام سے پاک جامع اور ہمہ گیر تحریریں آج کل پڑھنے میں کم ملتی ہیں۔

مجموعی لحاظ سے حکمت بالغہ کے اس شمارے کی تمام تحریریں وقیع ہیں اور اپنے اپنے مقاصد کے اعتبار سے پر تاثیر ہیں۔ میں حکمت بالغہ کے مدیر اور ان کے ساتھیوں کا ممنون ہوں اور ان کو خراجِ تحسین پیش کرتا ہوں کہ انہوں نے ادبی ذوق وشوق رکھنے والوں کو ڈاکٹر رفیع الدین جیسے نامور اور دردمند دانشور اور اقبال شناسی کی شخصیت اور کارناموں سے آگاہ کیا ہے اور اقبال کی روح پرفتوح کی خوشی اطمینان اور انبساط میں اضافہ کیا ہے۔

17 ڈاکٹر محمد امین صاحب (بشکریہ ماہنامہ البرہان لاہور، دسمبر 2019ء)

1۔ ماہنامہ 'حکمت بالغہ' جھنگ ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم کی فکر کے تحت کئی شہروں میں قائم قرآن اکیڈمیوں میں سے ایک،قرآن اکیڈمی جھنگ، کے تحت شائع ہوتا ہے۔اس کے مدیر شہیر جناب انجینئر مختار حسین فاروقی صاحب ایک محنتی، باصلاحیت اور جذبے والی شخصیت ہیں اور ان کا دیگر مصروفیات کے باوجود ہر سال اپنے جریدے کا ایک ضخیم خصوصی نمبر نکالنا کسی کرامت سے کم نہیں۔ ہمارے زمانے میں کہ ہر سو فساد پھیل رہا ہے، بلکہ پھیل چکا ہے،حق کے لیے اٹھنے والی ہر آواز ہماری حمایت کی متقاضی ہے اور ہم 'حکمت بالغہ' اور اس کے مشن کے مؤیدین میں سے ہیں۔ تاہم ہلکے پھلکے اختلاف فکر و نظر کو زندگی اور حرارت کی علامت سمجھنا چاہیے، جو ماحول کے جمود اور یبوست کو کم کرتی ہے لہٰذا ہمارے اس تبصرے کو اسی تناظر میں لینا چاہیے۔

2۔ ’ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی اقبال شناسی‘ جیسے اہم موضوع پر 336 صفحات کا دلچسپ خصوصی شمارہ لیکن فہرستِ مضامین ندارد۔ پتہ ہی نہیں چلتا کہ رسالے کے اندر ہے کیا؟ بار بار ڈھونڈنا پڑتا ہے، نشانیاں لگانا پڑتی ہیں۔ ماشاء اللہ آپ نے اتنی محنت کی ہے، اتنا اچھا کام کیا ہے، اس کی مبسوط فہرست ہونی چاہیے تاکہ قاری کو اپنی پسند کے مضامین تک رسائی میں آسانی رہے۔ جہاں آپ نے 336 صفحات اس کام کے لیے مختص کیے ہیں وہیں دو صفحات اور سہی۔

3۔ بحیثیت شاعر، فلسفی اور اسلامی دانشور ہم اقبال کی عظمت کے قائل اور اس کی خوبیوں کے مداح ہیں۔ ان کی شہرت، نیک نامی اور فکر بلاشبہ اسلامی قوتوں کے لیے سرمایہ ہے اور اس سرمایے کو اپنے حق میں استعمال کرنے میں بھی کوئی مضائقہ نہیں لیکن...... کوئی رُبع صدی پہلے کی بات ہے، ایک صاحب ہوا کرتے تھے ڈاکٹر محمد یوسف گورایا (اللہ تعالیٰ انہیں جنت نصیب فرمائیں) انہوں نے نوائے وقت میں ایک مضمون لکھا کہ اقبال مجتہد تھے۔ ہم نے عرض کیا کہ بلاشبہ اقبال میں بہت سی خوبیاں تھیں اور ان کے مداح ان کو جو القابات بھی دیں وہ ان پر سجتے ہیں لیکن انہیں مجتہد کہنا خواہ مخواہ کا مبالغہ ہے، جس سے پیچیدگیاں پیدا ہوں گی کیونکہ ’مجتہد‘ ایک شرعی اصطلاح ہے، لہٰذا اس سے پرہیز بہتر ہے۔ ان کو ہماری بات پر بہت غصہ آیا اور انہوں نے نوائے وقت میں تین چار قسطوں میں ہمارے خوب لتے لیے۔ بعد میں انہوں نے اپنی کتاب میں بھی وہ مضامین شامل کیے۔ سومختار فاروقی صاحب بھی اگر اقبال کو مفکر، مصلح، پیامبر، مجدد، مجتہد، رہبر انقلابِ اسلامی وغیرہ سمجھتے ہیں تو ہم اس پر معترض کیوں ہوں؟

4۔ اس خصوصی شمارے کا عنوان ہی ’’ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی اقبال شناسی‘‘ ہے اور اس موضوع پر شمارے میں 336 صفحات میں وقیع مواد جمع کیا گیا ہے جس میں ایک پی ایچ ڈی مقالے کے استناد کی بنیاد پر یہ بھی بتایا گیا ہے کہ ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم کی آٹھ کتابیں ان کی زندگی میں شائع ہوئیں جن میں سے ایک اقبال پر تھی۔ انہوں نے قومی و بین الاقوامی کانفرنسوں میں 12 مقالات پڑھے جن میں سے کوئی اقبال پر نہیں تھا۔ انہوں نے 21 تحقیقی مقالات لکھے جن میں سے اقبال پر دو اردو کے مضامین تھے اور چار انگریزی کے (دیکھئے صفحہ 190 و مابعد)۔ اس کی بنیاد پر اگر انجینئر صاحب یہ مقدمہ قائم کرتے ہیں کہ ڈاکٹر محمد رفیع الدین صاحب کی فکر اور شخصیت کا مرکزی نکتہ اقبال شناسی اور کلام و فکر اقبال کی شرح و توضیح تھا تو اس کا حق ان سے کون

چھین سکتا ہے؟

5۔ ہم بحیثیت ایک طالب علم کے یہ سمجھتے ہیں کہ ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم کی فکر وشخصیت کا مرکزی نکتہ مغربی فکر وتہذیب کا مدلل علمی ردّ اور اس کے مقابلے میں اسلام کی علمی وفکری برتری کا اِثبات تھا۔ زندگی کے آخری دور میں البتہ انہوں نے ساری توجہ تعلیم کی اسلامائزیشن کی طرف مبذول کر لی تھی۔ اس کے لیے انہوں نے آل پاکستان تعلیمی کانگرس قائم کی، اسلامک ایجوکیشن کے نام سے اردو اور انگریزی مجلّہ کا آغاز کیا، بطور نمونہ سائنس کی ایک نصابی کتاب بھی لکھی اور وہ اسی پر باقی زندگی لگانا چاہتے تھے لیکن موت نے انہیں اس کی مہلت نہ دی۔

ہم افسوس سے یہ اقرار کرتے ہیں کہ ان کے بعد ہم پاکستانیوں نے اور خصوصاً ہماری دینی قوتوں نے ان دونوں موضوعات پر کام کو آگے نہیں بڑھایا۔ مغربی فکر وتہذیب کو ردّ کرنے اور اس کے مقابلے میں اسلام کی علمی وفکری برتری کے کام کے لیے ہماری جامعات اور علمی ادارے بانجھ ہو گئے اور دنیا پر مغربی فکر وتہذیب کے غلبے نے ہماری آنکھوں کو خیرہ اور دماغوں کو سن کر دیا۔ تعلیم کے ایک متوازن اور اسلامی تصور کو ہماری دینی قوتوں نے دعوت واصلاح اور تعمیر فرد، معاشرہ اور ریاست کا ذریعہ بنایا ہی نہیں اور اس مقصد کے لیے تعلیم کی اسلامائزیشن کا کام کرنے کی بجائے ہماری دینی قوتوں کے قائم کردہ تعلیمی ادارے اب مغربی فکر وتہذیب کے فروغ کے کام میں لگ گئے ہیں اور مغرب کی فکری غلامی کی زنجیریں پہلے سے زیادہ مضبوط ہو گئی ہیں۔ اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیۡہِ رَاجِعُوۡنَ۔ اس پر ڈاکٹر رفیع الدین مرحوم کی روح ضرور ہی عالم بالا میں تڑپتی ہو گی لیکن ہم دیگر کاموں میں مصروف بلکہ مگن ہیں اور ان دو کاموں کے لیے ہمارے پاس نہ وقت ہے نہ توجہ اور نہ افرادی و مادی وسائل۔ خلاصہ یہ ہے کہ ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم ایک بڑے آدمی تھے صاحب فکر اور صاحب الرائے تھے لیکن ہم نے ان کی قدر نہیں کی، ان کے فکر وعمل سے استفادہ نہیں کیا اور ان کے کام کو آگے نہیں بڑھایا۔ معاصرین میں سے حافظ محمد موسیٰ بھٹو صاحب اور مختار فاروقی صاحب ہمارے شکریے کے مستحق ہیں کہ وہ ان کا ذکر خیر کر رہے ہیں۔

حالات کا دباؤ اتنا زیادہ ہے کہ لوگ زود رنج ہو گئے ہیں لیکن ہمیں توقع ہے کہ ہمارے دوست مختار فاروقی صاحب ہماری اس ہلکی پھلکی چھیڑ چھاڑ سے محظوظ ہوں گے یا یہ ان کے لیے کم از کم گوارا ہو گی اور وہ اس پر ہم سے ناراض نہیں ہوں گے اور اپنا تعمیری کام جاری رکھیں گے۔ اللّٰھم زد فزد

’حکمت بالغہ‘ کا خصوصی نمبر’’ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی اقبال شناسی‘‘ پڑھنے کا موقع ملا۔ بہت شکریہ۔ تاریخی روایات سے جڑنا اور فکری وذہنی نشوونما وغذا حاصل کرنا ہی زندگی کا سب سے اہم حصہ ہوتا ہے۔ جس کی آج ہمارے معاشرتی زندگی میں سب سے زیادہ کمی درپیش ہے اسے دوبارہ زندہ کرنے کی ضرورت ہے۔

انجینئر صاحب! آپ خوش قسمت اور ہمارے لیے قابل فخر اثاثہ ہیں کہ ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم ومغفور سے آپ کی ابتدائی ملاقاتیں رہی ہیں۔ میری آپ کی طرح ہی ملاقاتیں ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم سے ہوئی ہیں جو یادگار وقابل فخر ہونے کے ساتھ تاریخی وفکری رہنمائی ویکسوئی کا باعث ہیں۔ ڈاکٹر محمد رفیع الدین، علامہ اقبال کے معنوی شاگرد اور ان کے فکر کے بہت حسین ومعنی خیز شرح بیان کرنے والے عظیم مفکر ہیں۔ ڈاکٹر اسرار احمد مرحوم ومغفور نے ہی ان کی کتب وفکر کو زندہ رکھا تھا۔ ڈاکٹر محمد رفیع الدین کے افکار وکتب کی عصر حاضر کے عظیم استاد اور صاحب تفہیم القرآن مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی سے شناسائی وتحسین موجود ہے مگر یہ بنیادی کتب وافکار اسلامی جمعیت طلبہ کے پاکیزہ وکتب بینی کے ماحول اور سٹڈی سرکلرز واجتماعی مطالعہ جات کا حصہ کیوں کر نہ بن سکیں؟ اس سوال کا جواب تلاش کرنے کے ساتھ 21ویں صدی کی نظریاتی وفکری جنگ میں ان کتب ودلائل کو روح واذہان کی تبدیلی کے لیے استعمال کرنے کی سبیل پیدا کرنا چاہیے۔ ڈاکٹر محمد رفیع الدین نے علامہ کے افکار کی تشریح کے ساتھ 19اور 20ویں صدی کے نظریاتِ جدیدہ کا بھی پوسٹ مارٹم کیا ہے۔ IDEOLOGY OF THE FUTURE ترجمہ ’’مستقبل کا نظریہ‘‘ اور ’’قرآن اور علم جدید‘‘ یہ دونوں کتب ’’حکمت اقبال‘‘ کے ساتھ نوجوانوں کے وسیع مطالعے اور خاص کر موجودہ انتشار فکری کے دور میں سوالات کے جوابات کی فراہمی کا اکسیر نسخہ ہیں۔

1990-91ء میں قرآن کالج وقرآن اکیڈمی لاہور میں محترم ڈاکٹر اسرار احمد صاحب اور موجودہ امیر تنظیم جناب حافظ عاکف سعید صاحب سے فیض حاصل پانے کے ساتھ گارڈن ٹاؤن کے قریب یونیورسٹی کیمپ میں جمعیت کے نوجوانوں سے جڑا اور پھر جمعیت کے ساتھ لورالائی کالج سے فرسٹ ایئر اور بلوچستان یونیورسٹی میں ماسٹر تک 8 سال حسین وخوبصورت سال گذارے اور پھر 2015ء تک زندگی و جوانی کے بیس بائیس سال جماعت اسلامی کے تنظیمی

مناصب کے ساتھ گزارے۔ تنظیمی پابندیوں سے آزادی کے بعد مطالعے اور فکری و ذہنی توانائی کے حصول کے لیے دوبارہ از سرِ نو ڈاکٹر محمد رفیع الدین مرحوم کی کتب کی طرف رجوع کیا۔ حسن اتفاق اور سبب غیبی کے ذریعے آج کل کے جدید اسباب فیس بک کے ذریعے ڈاکٹر محمد رفیع الدین کے مستند شارح اور پروفیسر ڈاکٹر برہان احمد فاروقی و ڈاکٹر محمود احمد غازی کے شاگردِ رشید، 21ویں صدی کے مصنف اور زندہ سوالات کے جوابات فراہم کرنے والے استاد محترم پروفیسر ڈاکٹر محمد عارف خان صاحب کی کتب ''مطالعہ قرآن کی نئی جہتیں''، ''خودی مطالعہ قرآن کا ضابطہ''، ''سیرت النبی ﷺ اور 21ویں صدی''، ''مباحث خطباتِ اقبال'' اور ''اقبالستان موومنٹ UK'' سے تعارف ہوا اور بعد ازاں خود ان سے رابطہ و ملاقاتیں رہیں۔ سال 2019ء خوش قسمت سال رہا کہ کوئٹہ میں حالات پر نظر رکھنے والے دوستوں نے مجلس دانش و فکر تشکیل دی جسے الحمد یونیورسٹی کوئٹہ اور اقبالستان موومنٹ UK و پاکستان نے مدد و راہنمائی فراہم کی۔

حکمت بالغہ انتہائی مؤثر و جاندار پیغام کا حامل رسالہ ہے ہم اسے اپنی فکری رہنمائی کے لیے مؤثر ذریعہ سمجھتے ہیں۔ حالات تبدیل ہوگئے ہیں علم و ہنر، نظریات اور ٹیکنالوجی کی تیز رفتار تبدیلیوں کے باعث شاید ہم بطور معاشرے اور 21ویں صدی کے جاندار فکری ورثے کے ساتھ 20ویں صدی کے تنظیمی نیٹ ورک اور محدود تزکیہ و تربیت کے تصور سے معاشرتی فلاح اور تبدیلی و انقلاب کے خواب کی تکمیل نہیں کر پائیں گے۔ ہمیں بالآخر شریعت مطہرہ اور جدید حالات کے پیش نظر، نئی تنظیم سازی اور نئے سماجی و عمرانی معاہدے کی طرف پیش بندی و سفر کا آغاز کرنا ہوگا۔ موجودہ تنظیمی بندوبست قابل احترام اثاثہ ہیں۔ اب نئے اسباب کے ساتھ نئے فکر و نئے فریم ورک میں نظریاتی و اخلاقی لڑائی لڑنی ہوگی۔ ''حکمت بالغہ'' ایک اہم فکری و علمی مورچہ ثابت ہوسکتا ہے۔ ڈاکٹر علامہ اقبال، ڈاکٹر محمد رفیع الدین، مولانا سید ابوالاعلیٰ مودودی، مولانا حمید الدین فراہی و مولانا امین احسن اصلاحی، ڈاکٹر اسرار احمد، مولانا تقی عثمانی، ڈاکٹر محمود احمد غازی، ڈاکٹر برہان احمد فاروقی سمیت مولانا ابوالحسن علی ندوی، مولانا اشرف علی تھانوی مرحوم، علامہ ڈاکٹر یوسف القرضاوی، پروفیسر ڈاکٹر محمد عارف خان، خرم مراد مرحوم سب کے سب فکرِ امام شاہ ولی اللہ کے خوشہ چین ہیں اس لیے شاہ ولی اللہ کے بنیادی ماخذ ''الفوز الکبیر'' کی بنیاد پر ایک نئی علمی و فکری تحریک بپا کرنے کی ضرورت ہے جس کی تشریح علامہ ڈاکٹر محمد اقبال

مرحوم اپنے خطبات ''تشکیل جدید الٰہیاتِ اسلامیہ''، ڈاکٹر محمد رفیع الدین نے اپنی قیمتی کتب، مولانا سید ابو الاعلیٰ مودودی نے تفہیم القرآن وتشریح دین، پروفیسر ڈاکٹر محمد عارف خان نے اپنے تشریحات و زندہ سوالات کے جوابات کی فراہمی، مولانا تقی عثمانی علوم القرآن اور علامہ یوسف القرضاوی نے اپنے قیمتی افکار سے فرمائی ہے۔ ''مجلس دانش وفکر'' اپنی ماہانہ نشستوں اور علمی وفکری مکالمے میں ان افکار ونظریات کی کی روشنی میں صف بندی کے لیے کوشاں ہے اور ''اقبالستان مومنٹ'' نئے سماجی وعمرانی معاہدے کی تشکیل کا پلیٹ فارم ہے۔ ہمدرد اور حساس احباب سے رابطے ومعاونت اور دعاؤں کی درخواست کے ساتھ۔

19 محمد الیاس کھوکھر (ایڈووکیٹ)، نارووال

عصرِ حاضر خاصۂ اقبال گشت — واحدے کہ صد ہزاراں برگزشت

یہ ایران کے مشہور شاعر ملک الشعراء بہار کا شعر ہے جو ہم نے حکمت بالغہ نمبر کے صفحہ 336 سے لیا ہے۔ موجودہ زمانہ علامہ اقبال کا زمانہ ہے وہ اکیلے ہی (دین کی خدمت میں) ہزاروں سے آگے نکل گئے ہیں۔

اقبال کی شخصیت کے سارے ہی رنگ اصلی ہیں۔ جہاں کہیں رنگ آمیزی نظر آتی ہے وہ اقبال نے نہیں، اقبال پر لکھنے والوں نے کی ہے۔ علامہ اقبال عقیدت کے تاروں سے بُنا ہوا تانا بانا نہیں حقیقی دنیا کا ایک زندہ وجاوید کردار ہے۔ حکمتِ بالغہ کا یہ خصوصی نمبر ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی اقبال شناسی ہی نہیں فکرِ اقبال کی ایک تفسیری دستاویز بھی ہے۔ حکمتِ بالغہ کا جو گہرا تعلق قرآن سے ہے اس رنگ کی چھاپ فکرِ اقبال کی پیش کردہ تشریحات میں صاف صاف نظر آتی ہے۔ اقبال فہم ہونے کے لئے قرآن فہم ہونا بہت ضروری ہے۔ مفسرِ اقبال ہونے کے لئے مفسرِ قرآن ہونا اس سے بھی زیادہ ضروری ہے۔ قومیں اور افراد اس بگاڑ کے ہاتھوں مارے جاتے ہیں جو اُن کے اخلاق اور کردار کے اندر پیدا ہوتا ہے۔ یہ بگاڑ ایک ایک شعبہ حیات کی جزویات تک کو متاثر کر کے رہتا ہے۔ فکرِ اقبال کی سمجھ فہم قرآن کے بغیر اس لئے نہیں آسکتی کہ اس فکر کی بنیاد قرآن اور قرآن لانے والے صلی اللہ علیہ وسلم پر ہے۔

قرآن فہمی اور اقبال شناسی میں جو کردار حکمت بالغہ کا ہے اُسے زمانوں تک بھلایا نہ

جاسکے گا، بات محض بھلانے کی بھی نہیں، بھولا تو ہمیں آج تک دانتے بھی نہیں، ابوجہل اورابولہب ہمارے حافظوں سے کہیں چلے نہیں گئے، جس خیال کو دینے کے لئے آپ کے پاس کچھ بھی نہ ہو۔حتیٰ کہ اس کا نام تک بھی نہ ہواس یاد کو طاقِ نسیاں میں پڑی لاشوں کے سوا اور کونسا نام دیا جاسکتا ہے؟ یہ خصوصی شمارہ اقبالیات کی تاریخ کا ایک باب ہے، منزل اقبال تک جانے والے راستوں پر نصب ایک سنگِ میل ہے۔

اس دور میں قافلہ اسلامی کی حدی خوانی اقبال نے کی ہے۔بے نشان منزلوں کی جانب رواں اس قافلہ پر اگر ایک نظر پلٹا کر ڈالیں تو کہیں گرتا پڑتا، اپنے قدموں پر چلتا ہوا مختار فاروقی بھی نظر آ جاتا ہے جس کی بغل میں 'حکمت بالغہ' ایک ہاتھ میں قرآن اور دوسرے ہاتھ میں حکمتِ رسالت ﷺ کی ڈور ہے۔اقبال سے معذرت کے ساتھ یہی ہے رختِ سفر'شریک' کارواں کے لئے

طائرِمسلم بامِ حرم سے اُڑ کر کلیسا کی منڈھیر پر جا بیٹھا ہے۔شہر کی ہوا کھایا ہوا آہو سوئے حرم جانے پر آمادہ نہیں،شکست اسلامی تہذیب نے نہیں، مسلمان نے کھائی ہے۔اقبال عسکری صوفی ہے۔اُس نے اس شکست کو فتح میں بدلنے کے لئے علمی خروج کیا ہے۔ملک الشعرء بہار نے سچ کہا ہے کہ اقبال نے وہ کام کر دکھایا جو ہزاروں سے نہ ہوسکا۔حکمتِ بالغہ کا مدیر اور معاونین کی پوری ٹیم مبارک باد کی مستحق ہے کہ علمی خروج کی اس جوبن پر آئی جنگ میں اس نے اپنا کردار خوبی کے ساتھ ادا کیا۔میری دعائیں حکمتِ بالغہ کے ساتھ ہیں۔یہ نومبر 1969ء کے اوائل کی بات ہے۔ڈاکٹر محمد رفیع الدین نے اپنے اہل خانہ اور قریبی دوستوں سے کہا تھا ''اب مجھے Inspiration بالکل نہیں ہوتا شاید دنیا میں میرا کام مکمل ہو چکا ہے۔(حکمتِ بالغہ صفحہ نمبر 137)

علامہ اقبال سے قدرت نے آخری دن تک کام لیا، بدن اور روح کی جنگ میں بدن ہار چکا تھا مگر روح کی تابانیاں نہ گئیں، بصارت چلی گئی، لیکن بصیرت نہ گئی۔یہ زمانہ اور آنے والا زمانہ دونوں ہی اقبال کے ہیں۔

20 عبدالرشید ارشد، جوہر آباد

ویسے تو ماہنامہ 'حکمت بالغہ' کا ہر شمارہ ہی حکمت کے موتی لیے قاری کے علم میں اضافہ کا سبب بنتا ہے۔الحمدللہ حکمت بالغہ کے فاضل ایڈیٹر دین حنیف کے ہر ہر پہلو کو بڑے سلیقہ سے

قاری کے سامنے رکھتے ہیں۔ یہ یقیناً ان کے نامہ اعمال میں صدقہ جاریہ کے طور پر محفوظ ہو رہا ہے۔ثم الحمدللہ۔اس وقت میرے سامنے ''ڈاکٹر محمد رفیع الدین کی اقبال شناسی'' کے عنوان سے مرتب کردہ ضخیم شمارہ نومبر 2019ء ہے جو 336 صفحات پر مشتمل ہے اور مدیر محترم کے اس دعویٰ کی تصدیق کر رہا ہے کہ ''جدید تعلیم یافتہ حضرات میں علوم قرآنی کے فروغ کا نقیب''۔

زیر نظر شمارہ 3 حصوں پر مشتمل ہے اور اس کا پہلا حصہ ''مستقبل کی ریاست خاکہ'' باب چہارم تک ہے۔ جبکہ دوسرا حصہ ''مستقبل کی اسلامی ریاست کی تشکیل و تعمیر نظریہ خودی پر'' مشتمل ہے یہ حصہ، باب ہشتم تک پھیلا ہے اور شمارے کا تیسرا حصہ ''اقبال شناسی یعنی فکر اقبال کی روشنی میں پاکستان کو اسلامی اور فلاحی ریاست بنانا'' باب دہم اور مختلف ضمیمہ جات تک قاری کی دلچسپی بحال رکھتا ہے۔شمارہ کا انتساب فکر انگیز ہے:''ان عاشقانِ جمالِ ذات کے نام جو مستقبل کی اس ناگزیر (اسلامی، فلاحی، جمہوری،) عالمی ریاست کا آغاز کریں گے جو اسلام کی (اُس) حکیمانہ توجیہ پر قائم ہوگی جس کا نام فلسفہ خودی ہے''۔

علامہ اقبال کی شناخت کے لیے صرف ایک دو واقعات کا ذکر ہی کافی ہے۔ زمانہ طالب علمی میں نوجوان اقبال نماز فجر اور بعداز فجر تلاوت کا اہتمام جاری رکھے ہوئے تھے ایک صبح اقبال تلاوت قرآن میں مشغول تھے تو ان کے والد محترم نے پاس سے گذرتے یہ فرمایا: اقبال کیا پڑھ رہے ہو؟ اور جواب سنے بغیر آگے اپنے کمرے میں چلے گئے۔دوسرے روز بھی یہی کچھ ہوا مگر تیسرے روز جب وہی جملہ دہرائے آگے بڑھنے لگے تو نوجوان اقبال نے عرض کیا: ابا جان! آپ دیکھ رہے کہ میں قرآن پاک کی تلاوت کرتا ہوں۔آپ سوال کرتے آگے بڑھ جاتے ہیں۔اقبال کے والدؒ کے اور فرمانے لگے کہ اقبال یہ تو روزانہ دیکھتا ہوں کہ تم قرآن کی تلاوت کرتے ہو۔میں تمہیں بتانا یہ چاہ رہا ہوں کہ تم قرآن حکیم کو اپنے نام اللہ تعالیٰ کا خط سمجھتے پڑھو۔'' جب اقبال نے شعور کے ساتھ قرآن کو اللہ تعالیٰ کا خط اپنے نام سمجھتے پڑھا تو قرآن ان کے قلب و ذہن میں جگہ بنا گیا پھر اقبال نے قرآن میں وَاعۡتَصِمُوۡا بِحَبۡلِ اللّٰهِ جَمِيۡعًا پڑھا تو قلم نے کاغذ پر اسی پیغام کو

ایک ہو مسلم حرم کی پاسبانی کے لیے نیل کے ساحل سے لے کر تا بخاکِ کاشغر

قرآن حکیم میں حکم آیا: وَاَعِدُّوۡا لَهُمۡ مَّا اسۡتَطَعۡتُمۡ مِّنۡ قُوَّةٍ۔اقبال نے کہا:

اس حال میں تو عرصہ ہستی میں اتر آ   اک ہاتھ قرآن ہو ایک ہاتھ میں تلوار

علی ہذا القیاس۔ حکمت بالغہ کے مدیر محترم نے حکمت بالغہ کا علامہ اقبال نمبر مرتب کرتے موضوع کے ساتھ انصاف کیا ہے۔ یہ ایک علمی تاریخی دستاویز ہے جو فکر اقبال پر مستقبل میں کام کرنے والوں کے لیے روشنی کا مینار ثابت ہوگی۔

21 پروفیسر محمد الیاس اعظمی، کوٹ اعظم خان، قصور

صدر اسلام سے اگر مسلمانوں کی دینی و مذہبی، اعتقادی و روحانی، علمی و فکری، سیاسی و قانونی، تہذیبی و تمدنی، اجتہادی و جہادی تاریخ کا مطالعہ کیا جائے تو پوری ملت اسلامیہ کا سر فخر سے بلند ہو جاتا ہے کہ صدیوں پر محیط اپنے ماضی کے کسی دور میں بھی یہ قوم کبھی بانجھ نہیں ہوئی بلکہ سیاسی نشیب و فراز اور تہذیبی اتار چڑھاؤ کے باوجود اس کے چرخ بلند پر افکار عالیہ کے حامل روشن دماغ مخلص مفکرین اور رجالِ دین کی جگمگ جگمگ کرتی کہکشاں نظر آتی ہے۔ اقبال آسمانِ فکر کا ایک ایسا روشن ستارہ ہیں جو اپنے فکری طلوع سے لے کر اب تک اپنی سنہری کرنوں سے شبستان فکر و نظر اور قلب و باطن کو مسلسل روشن و منور کر رہا ہے۔ فکر اقبال کی اساس و بنیاد چونکہ 'کُلَّ یومٍ ھُوَ فِیْ شَأْنٍ' کا حامل کلام الٰہی قرآن مجید اور "مَا اٰتَاکُمُ الرَّسُوْلَ فَخُذُوْہُ وَمَانَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْہ" کی قانونی والوہی سند رکھنے والی سنت نبوی ہے جو مطلع اذہان پر طلوع ہو کر اس کی تابانیوں میں لحہ بہ لحہ اضافہ کرتے رہتے ہیں۔ اسی منہج فکر اور سرچشمہ ہدایت سے نمو حاصل کر کے فروغ پانے والا فکر اقبال بھی "بہار ہو کہ خزاں، لا الٰہ اِلا اللہ" کا سرمدی نغمہ سناتے ہوئے نہاں خانۂ قلب و نظر میں افکار تازہ کی تخم ریزی کر کے اس نوخیز گلستان میں گلہائے تازہ کی مہک سے ہر طالب حق کے شامہ جان کر معطر کرتا رہتا ہے۔ اس لیے کہ اس فکر حق کے چشمہ صافی کے سوتے کبھی خشک نہیں ہوتے۔ قرآن مجید جو وحی الٰہی کا دنیائے انسانی کی طرف آخری، قطعی، مکمل و اکمل لاریب پیغام اور منبع ہدایت ہے اس ٹھوس اور غیر متبدل ابدی و دائمی صداقت کی ٹھوس بنیاد پر وجود میں آنے والی فکر اور اسی آب زلال سے نمو پا کر اَصْلُھَا ثَابِتٌ وَ فَرْعُھَا فِی السَّمَآءِ کا اعزاز پانے والی فکر کو وطن عزیز پاکستان بلکہ اس کائناتِ ارض سے دیس نکالا نہیں دیا جا سکتا۔ اس لیے بعض لوگوں کی اس سوچ سے اتفاق ممکن نہیں کہ ارضِ پاکستان سے فکر اقبال کو دیس نکالا دے دیا گیا ہے۔ جس طرح

قرآن ہر دور میں اپنی صداقت وحقانیت کی بنا پر ایک زندہ کتاب کے طور پر موجود رہی ہے اور وقوعِ قیامت تک موجود رہے گی، اسی طرح اقبال کی قرآنی فکر بھی ہمیشہ مطلع ہستی پر ضوفشانی کرتی رہے گی۔ معاندینِ حق کا اگر چہ نزولِ قرآن سے ہی یہ وطیرہ جاری ہے "لیطفئوا نور اللّٰہ......" مگر اس احکم الحاکمین کا یہ اعلان ہے "واللّٰہ متمُّ نورہ ولو کرہ الکافرون" قرآن مجید کے خصائص وامتیازات میں سے اہم ترین وصف وامتیاز یہ ہے کہ وہ اپنے قاری کو تذبذب وشکوک کی طوفانی آندھیوں سے نکال کر یقین وایقان کی سرمدی دولت سے نوازتا ہے۔

ماہر اقبالیات اور شارح اقبال ڈاکٹر رفیع الدین کی ادبی خدمات بالخصوص تدوین و تشریح وتفہیم اور تشہیر اقبالیات سے علمی کاوشوں کے حوالے سے محترم مختار فاروقی صاحب اور حکمت بالغہ کے دیگر اربابِ بست وکشاد اور اس کے کارکنان لائقِ صد تحسین ہیں کہ انھوں نے شبانہ روز کی مخلصانہ سعی وکاوش سے ہی علمی وفکری، صوری ومعنوی ہر اعتبار سے ایک معیاری مجموعہ مضامین قارئین کے ذوقِ علمی کی نذر کیا ہے اللہ کرے ذوقِ ضیافت اور زیادہ......۔

راقم جب ابھی بچپن کی بہاروں سے ہی دل بہلا رہا تھا اسی وقت سے اپنے رہبرِ علمی اور مرشد روحانی حضرت صاحبزادہ سید علی احمد شاہ صابر قصوری کی پُر تاثیر زبان سے یہ سننا شروع کر دیا تھا کہ: ''مسلمانوں کو پھر سے عروج وکمال حاصل کرنے اور اپنی نئی نسل کی تعمیر سیرت وکردار کے لیے قرآن وحدیث اور کلام اقبال کو پڑھ کر عمل کے سانچوں میں ڈھالنا ہوگا''۔

یہی وہ فکر تھی جس کو حضرت پوری زندگی اپنے مریدین ومخلصین میں پھیلاتے رہے راقم ان کے دسترخوان تربیت کا ایک ریزہ خوار ہے اور آج تک اُن کے یہ کلماتِ شیریں کانوں میں رس گھول رہے ہیں اور فکر ونظر میں ان کی مٹھاس کو محسوس کرتا ہے۔

تین ابواب اور دس حصوں پر مشتمل، حکمت بالغہ کی یہ خصوصی اشاعت مسند نشین اہل اقتدار سے لے کر ایک عام شہری کو دعوت مطالعہ دیتے ہوئے صدائیں بلند کر رہی ہے کہ۔ اے اقوامِ پاکستان اگر حقیقی تبدیلی چاہتے ہو تو قرآن وکلام اقبال پڑھے اور ان پر عمل کیے بغیر ممکن نہیں۔

ہم نے تو جلا کر دل سرِ راہ رکھ دیا   اب جس کا دل چاہے پائے روشنی

تبصرہ وتعارف کتب

تبصرہ نگار: حافظ مختار احمد گوندل

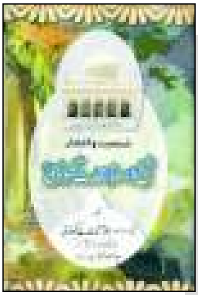

1 شخصیت وافکار: شیخ الاسلام محدث گھوٹوی

تالیف: پروفیسر حافظ غلام نصیر الدین شبلی مہری

ناشر: حضرت شیخ الاسلام اکیڈمی، واپڈا ٹاؤن فیز ا، ملتان

زیرِ تبصرہ کتاب قائدانہ اوصاف کی حامل شخصیت، وائس چانسلر جامعہ اسلامیہ بہاولپور، بحر العلوم علامہ غلام محمد محدث گھوٹوی کی سوانح حیات ہے۔ آپ کا سلسلہ نسب نوشیروان عادل سے ملتا ہے۔ آپ کے ننھیال، رؤساء علاقہ وڑائچ زمینداروں میں سے ہیں نیز گوندل زمینداروں کے ساتھ آپ کے آباؤ اجداد کی رشتہ داریاں قائم ہیں، آپ کا مقام ولادت قصبہ گمرالی کلاں، نزد منگووال، ضلع گجرات ہے، آپ کا سن ولادت 1885ء ہے۔ آپ کی وفات 8 مارچ 1948ء کو ہوئی۔ 9 مارچ 1948ء کو نواب صلاح الدین عباسی امیر آف بہاولپور نے عام تعطیل کا اعلان کیا۔ علماء، وکلاء، حکام، قومی وصوبی اسمبلی کے ممبران کے علاوہ لاکھوں مسلمانوں کے فقید المثال اجتماع نے نماز جنازہ ادا کی۔ تدفین قبرستان ملوک شاہ بہاولپور میں ہوئی۔

ٹھیکریاں شریف میں حافظ محمد دین کے پاس ناظرہ قرآن کے لیے چار سال چار ماہ اور چار دن کی عمر میں آپ کے دادا چوہدری چوغطہ خاں مرحوم آپ کو روزانہ کندھوں پر بٹھا کر لے جاتے اور لے آتے۔ 96-1892ء میں منگووال کے پرائمری سکول میں امتیازی شان سے اوّل پوزیشن لے کر انعام پایا۔ 98-1897ء دار العلوم چکوڑی مولوی محمد چراغ سے درس نظامی اور اعلیٰ حضرت گولڑوی سے بیعت کی۔ 1901-1899ء دار العلوم گھوٹہ ملتان، مولوی محمد جمال الدین

اعوان سے تعلیم کے بعد تدریس فرمائی۔ 1902ء میں تعلیم کیلئے قاضی والا، موضع تلیری ضلع مظفر گڑھ، میں سید غلام حسین شاہ شورکوٹ (جھنگ)، نمل (میانوالی) میں مولانا نور الزماں، دارالعلوم، انجمن نعمانیہ شاہی مسجد لاہور کے حجرہ میں مقیم رہے۔ 1903-1904ء جامعہ فیض عام کانپور میں مولانا مفتی احمد حسن محدث کانپوری سے تعلیم حاصل کی۔ 1904-1909ء مدرسہ عالیہ رام پور میں مولوی فضل حق رام پوری سے نہ صرف تعلیم حاصل کی بلکہ وہاں بطور مدرس بھی کام کیا۔ مدرسہ عالیہ رام پور سے آپ کو علوم شرقیہ کے درجہ اعلیٰ کی سند عطا ہوئی۔ 1909-1925ء دارالعلوم محمد پور گھوٹا میں 16 سال تک تعلیم دی۔ آپ یونیورسٹی کے پروفیسر کی طرح کھڑے ہوکر باآوازِ بلند تعلیم دیا کرتے تھے۔ دورانِ تدریس 1918ء میں آپ کی شادی خانہ آبادی مولانا عبدالرحمٰن خان بلوچ کی صاحبزادی کے ساتھ ہوئی۔ تحریک خلافت اور پھر آپ نے مسلم لیگ میں شمولیت اختیار فرمائی۔ بعدازاں آپ تونسہ میں مسند تدریس پر جلوہ گر ہوئے۔ 1925-1947ء جامعہ عباسیہ (جامعہ اسلامیہ) بہاول پور کے پہلے شیخ الجامعہ (وائس چانسلر) مقرر ہوئے۔ آپ ریاست بہاول پور کے وزیر معارف اور شیخ الاسلام بھی تھے۔ آپ کثیر التصانیف شخصیت ہیں لیکن اسی کے ساتھ ساتھ آپ بہترین منتظم اور تحریکی اوصاف کے بھی مالک تھے۔ تقریر میں آپ کو ملکہ حاصل تھا۔ مشہور مقدمہ مرزائیہ بہاولپور میں آپ پہلے گواہ کے طور پر پیش ہوئے۔ اور مقدمہ میں کامیابی حاصل کی۔ آپ قوت حافظہ میں بے مثل تھے۔ علوم اسلامیہ کے ساتھ ساتھ ریاضیات و فلکیات میں بھی آپ کو ید طولیٰ حاصل تھا۔ اگرچہ کشف و کرامات کا تذکرہ بھی زیر تبصرہ کتاب میں کیا گیا ہے لیکن آپ کا امتیازی وصف فرقہ واریت سے بالاتر ہوکر اتحاد بین المسلمین کے علمبردار ہونے کا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ اگر یہ تصنیف منصۂ شہود پر نہ آتی تو متلاشیانِ علوم روشنی کے اس مینار کی خدمات سے بہرہ مند نہ ہوتے۔ مصنف یقیناً مبارک باد کے مستحق ہیں۔ اور یہ تصنیف تعلیمی کتب خانوں کی ضرورت ہے۔ (ضخامت: 628 صفحات، ہدیہ: 1000 روپے)

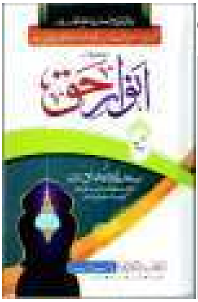

2 انوارِ حق (خطبات)

خطیب: شیخ الحدیث مولانا محمد انوار الحق

ناشر: القاسم اکیڈمی، جامعہ ابوہریرہ، خالق آباد، نوشہرہ

زیرتبصرہ مجموعۂ مواعظ علمی، روحانی اور اصلاحی تقاریر کا ایسا حسین مرقع ہے جو علماء، خطباء اور عوامُ الناس کے لیے یکساں مفید ہے۔ دعوتِ حق، وعظ و ارشاد اور خطباتِ جمعہ کا دل نشین پیرائے میں اظہار کا یہ گلدستہ حضرت مولانا عبدالقیوم حقانی کی زیرنگرانی مولانا حافظ سلیمان الحق حقانی کی خوبصورت ضبط وترتیب سے منصۂ شہود پر آیا ہے۔ یہ علمی گنجینہ ایمان افزا مضامین، مہذب وشائستہ اسلوب وتذکیر سے مملو ہے۔ اس کے عناوین توبہ، ایمان اور عمل صالح کا تلازم، دنیا کی حقیقت، مال واولاد کا فتنہ، کسبِ حلال میں اعتدال، عفوودرگزر، تواضع وعبدیت، زبان کی حفاظت، دعوت وتبلیغ، اصلاحِ معاشرہ، حقوق العباد، اِنفاق فی سبیل اللہ اور علماء کی مصاحبت کے برکات، دینی مدارس علومِ نبوت اور نفاذِ شریعت کی ایک تحریک، وقوعِ قیامت، فکرِ آخرت، حقیقی محبت کے کرشمے، محبتِ الٰہی کے دعوے اور تقاضے، کمالات ومحاسن خیرالامم صلی اللہ علیہ وسلم، اتباعِ سنت مشعل راہ، ......صحابہ کرامؓ کی قربانیاں، اسلامی تعلیمات، احتسابِ اعمال اور محاسبہ نفس، تکمیل ایمان کے مختلف شعبے، ہمسایہ کی اہمیت اور غیبت کی مذمت، والدین کا مقام اور حقوق، اسلامی تہذیب وثقافت، مسلم خاندانی نظام کی بنیاد، تربیتِ اولاد اور اُسوۂ رسول صلی اللہ علیہ وسلم، طریقۂ تعلیم اور اصولِ تدریس، مکافاتِ عمل اور صدقاتِ جاریہ، آخرت میں جواب دہی کا احساس، نماز کے فضائل، اخلاقِ حسنہ، زبان کی حفاظت، مسئلہ ختم نبوت، عشق الٰہی اور اس کے تقاضے، ملاوٹ اور ناپ تول میں کمی عذابِ الٰہی کو دعوت، توہین رسالت کی سزا، استقلال واستقامت، مقصد تخلیق عالم، مناسکِ حج، تضحیک واستہزاء ایک معاشرتی ناسور، بدنظری کی تباہ کاریاں، معراج، رمضان المبارک، زکوٰۃ، قربانی، ماہِ محرم، شانِ سیّدنا ابوبکرؓ، سیّدنا عمر فاروقؓ، دامادِ رسول سیدنا عثمان ذوالنورینؓ، تذکرۂ شیرخداؓ، جمعۃ المبارک، قرآن کریم، عشرۂ ذی الحجہ، مقامِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم، گھریلوتنازعات، اللہ کی قدرت کی نشانیاں، خوداحتسابی کا فقدان، عدل وانصاف، روحانی امراض اور ان کا علاج وغیرہ ہیں۔

شیخ الحدیث مولانا محمد انوارالحق صاحب کا شماران درویشانِ خدامست افراد میں ہوتا ہے جو نہ پیشہ ورخطیب ہیں اور نہ ہی معروف معنوں میں واعظ، وہ ایسی خوبیوں کے حامل ہیں جن سے ان کے تلامذہ اور عوام کی عقیدت ومحبت بے پایاں ہے، انھیں اپنے بڑے بھائی مولانا سمیع الحق شہید جیسی شہرت تو نہ ملی، مگر جامعہ کے انتظامی امور میں اپنے بڑے بھائی کے ساتھ شانہ بشانہ مصروفِ کار رہے۔ ان کے یہ خطبات ان کے کردار کے عکاس بھی ہیں اور خطباء حضرات کے رہنما

بھی۔فروغِ علم وحکمت کی یہ تحریک اب ان کے محبوبین ومتوسلین آگے بڑھا رہے ہیں۔ان کا منفرد اسلوب اختصار و ایجاز اور مخصوص طرزِ ادا 'از دل خیزد بر دل ریزد' کے مصداق ہے، واعظین و خطیب حضرات کے لیے ایک علمی سہولت اور دینی کتب خانوں کی ضرورت ہے۔(ضخامت: چار جلدیں، 1360 صفحات، قیمت: درج نہیں)

3 اسلامی حکمت وحکومت

تالیف: ڈاکٹر ارشاد شاکر اعوان

ناشر: ہزارہ یونیورسٹی، مانسہرہ

زیرتبصرہ کتاب کی اشاعت کا سبب جناب مؤلف نے عرضِ حال میں یہ تحریر کیا ہے:
''1987ء کے اوائل میں (مولانا) محمد اسماعیل ذبیح (مرحوم) کی ایک کتاب ''قتل مرتد؟'' پڑھنے کو ملی......اللہ تعالیٰ کے فضل وعنایت سے اس ناچیز نے اس کا محاکمہ "لا اکرہ فی الدین" کے عنوان ہی سے کیا۔ یہ محاکمہ ہفت روزہ قرطاس مانسہرہ کے جولائی 1987ء تا جنوری 1989ء کے شماروں میں بالاقساط (69 قسطوں میں) شائع ہوا، جسے اہل علم نے پسند کیا۔اب اسے ضروری کانٹ چھانٹ کے بعد کتابی صورت میں شائع کیا جارہا ہے''۔

کتاب کے مندرجات کو عصری تقاضوں کے مطابق نئی ترتیب دی گئی ہے۔ یہ ایک ایسا جامع، مبسوط اور نافع موضوع ہے جو دورِ حاضر کی ضرورت ہے۔فہرست عناوین۔ کتاب دو حصوں اور سات ابواب پر مشتمل ہے: باب اوّل: الدین کا اخلاقی ضابطۂ حیات ہر طرح کے داخلی جبر سے نجات کا منشور ہے۔ باب دوم: الدین کا اخلاقی ضابطۂ حیات ہر طرح کے داخلی جبر سے نجات کا منشور ہے۔ باب سوم: مشیت ایزدی کی حقیقت۔ اور حصہ دوم (بعنوان: نجات ابدی کا منشور) کے ابواب یہ ہیں: باب چہارم: اَلدِّیْن: دین فطرت (تقابلی جائزہ) کیا ہے؟، باب پنجم: الیس اللّٰہ باحکم الحاکمین: مذہبی قومیّت: تشکیل کے چار مراحل: مرحلہ اوّل والتین، مرحلہ دوم وطور سینین، مرحلہ سوم والزیتون، مرحلہ چہارم وھٰذا البلد الامین۔ باب ششم: حکم الجاہلیۃ کی طرف رجعت کا آغاز اور باب ہفتم: مغرب کا دہرا احسان۔ ذخیرۂ علوم اسلامی میں ایک حسین اضافہ اور کتب خانوں کی ناگزیر ضرورت ہے۔(صفحات: 240، قیمت: 400 روپے)

ادارہ دعوتِ اسلامیہ

The Islamic Da'wah Institute

62 Ennerdale Avenue, Stanmore, Middx. HA7 2LD

قبولِ اسلام کے دو واقعات

ادارہ دعوتِ اسلامیہ لندن کے مہتمم جناب علامہ فیاض عادل فاروقی کے ہاتھ پر گزشتہ دنوں دو افراد مشرف با سلام ہوئے۔

1. اتوار 17 نومبر 2019ء کو ایک 26 سالہ برازیلین عیسائی نوجوان گلہرے کاسترو کوریئا نے اسلام قبول کر کے اپنے لیے اسلامی نام علی کا انتخاب کر لیا۔
2. اتوار 18 جنوری 2020ء کو ایک تیس سالہ رومانین عیسائی خاتون علینہ ایوڑداشے نے اسلام قبول کر لیا۔

اس سوال کے جواب میں کہ 'اگر حضرت عیسیٰ علیہ السلام خدا کے بیٹے نہیں تھے تو حضرت عیسیٰ نے خدائے برحق کو باپ کہہ کر کیوں مخاطب کیا؟' علامہ عادل فاروقی نے بتایا کہ خدا کو باپ کہنے کا مطلب جسمانی یا حقیقی باپ نہیں ہوتا تھا بلکہ استعارہ اور تشبیہ کے پیرایہ میں خدا کی عزت اور اس سے قرب کے اظہار کا طریقہ تھا جو نزولِ قرآن سے پہلے یہود و نصاریٰ کی مذہبی کتابوں میں استعمال ہوتا تھا، لیکن اس سے لغوی اور حقیقی باپ مراد نہیں ہوتا تھا۔ اور علامہ نے چرچ میں پڑھی جانے والی ٹرینیٹیرین بائبل سوسائٹی کی شائع کردہ مصدقہ بائبل سے کئی حوالے پیش کیے جن میں خدا کو آدم، اسرائیل، افرائیم، داؤد (علیہم السلام) بلکہ تمام انسانوں کا باپ بھی کہا گیا ہے۔ اور جب مسیحی لوگ اپنے پادری اور پوپ کو فادر (باپ) کہتے ہیں تو اس سے بھی جسمانی اور حقیقی باپ مراد نہیں ہوتا بلکہ صرف باپ کی طرح مہربان شخصیت مراد ہوتی ہے۔ علامہ عادل فاروقی نے بائبل کے حوالوں سے بھی ان نو مسلموں کو قائل کیا کہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام نے کبھی اُلوہیت کا دعویٰ نہیں کیا اور نہ ہی کبھی لوگوں کو اللہ کے علاوہ اپنی یا کسی اور کی عبادت کی تعلیم دی۔ لہٰذا حضرت عیسیٰ خدا نہیں، بلکہ خدا کے بھیجے ہوئے نبی اور رسول ہیں۔ چنانچہ آج صرف خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کی اُمت ہی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کے تعلیم کردہ عقیدے پر قائم ہے جبکہ عیسائی اس کے مخالف ہیں۔

LUCIFER (شیطان) پرست طبقہ کے مُبلّغ مرد وخواتین حضرات کا مارچ (8 مارچ)

☆ عالمی مغربی صہیونی استعمار کے نیوورلڈ آرڈر کے سچے عاشق آج سیکولر اور لبرل کہلاتے ہیں۔ پاکستان (اور عالم اسلام) میں مغربی نظریات اور UNO کے ایجنڈے کے تحت نیوورلڈ آرڈر کے یہ سیکولر اور لبرل انسان ایک حیا سوز، انسان دشمن، اَخلاق دشمن، وحی دشمن اور خدا بیزار افکار کی اشاعت کا مشن لے کر کھڑے ہیں اور مختلف شعبہ ہائے زندگی میں اپنے مشن کے لیے قربانیاں دے رہے ہیں۔

☆ دنیا میں عام انسانی سطح پر اجتماعیت کا سب سے اونچا ادارہ ریاست ہے کچھ ریاستیں نظریاتی کہلاتی ہیں ان ریاستوں کے پس پردہ نادیدہ طاقتیں ہیں اس سطح پر دوطرح کے مشن اور نظریات آپس میں مقابل ہیں: ایک ابلیس یعنی شیطان کی پارٹی ہے اور دوسری رحمٰن کی پارٹی ہے ایک حزب الشیطان کہلاتی ہے اور دوسری حزب اللہ سے موسوم ہے۔ عریانی، بے لباسی، ناچ، گانا، بدکاری، GAY کلچر، LGBT کلچر، دومردوں یا دوعورتوں کی شادی کا بیانیہ، شراب، کباب، کرپشن، سود، شرک، جھوٹ، دھوکہ، فراڈ، قتل، انسان دشمنی، انسانیت کشی، بیماریاں پھیلانا، مہلک ہتھیار تیار کرنا، نشہ آور اشیاء بنانا اور عام کرنا، نسل انسانی کو جانور بنانا اور انسانیت کے اعلیٰ مقام سے گرا کر گدھا، کتا، بندر اور بھیڑیا ہونے کے نظریات پھیلانا یہ ابلیسی اور شیطانی ایجنڈا ہے ایک طبقہ ہے جو اس کا رسیا ہے، پرستار ہے اس پر ایمان رکھتا ہے اور اس کا مبلغ ہے یہ حزب الشیطان ہے۔ جبکہ دوسرا طبقہ خداشناس، وحی شناس، خودی شناس، عظمت انسانی کا قائل ہے اور عفّت، عصمت، شائستگی، لباس، فیملی لائف، نکاح، اولاد، خاندانی وجاہت، رشتے داریاں، وراثت کے احکام کا ماننے والا، انسان دوست، اخلاق دوست، ماحول دوست اور حیوان دوست طبقہ ہے جو قرآن، پیغمبر حضرت محمد ﷺ، آخرت، جنت دوزخ، ضابطہ اخلاق اور حلال وحرام کو مانتا ہے یہ حزب اللہ کہلاتا ہے اور حزب الشیطان کی آنکھوں میں کانٹے کی طرح کھٹکتا ہے کہ حزب اللہ اس کے عالمی ایجنڈے کی راہ میں رکاوٹ ہے۔ یہ ابلیسی ایجنڈا ایک ابلیسی کلچر رکھتا ہے اور آج بے شمار انسان اس کے پرستار اور گرویدہ ہیں۔ 1998ء میں امریکی صدر کلنٹن نے کہا تھا کہ 50% سے زائد امریکی وہ ہیں جنہیں اپنے باپ کا نام معلوم نہیں (ILLEGAL CHILD, BASTARDS)۔ اسی لیے وہاں SINGLE PARENT فیملی کا تصور عام ہے اور یہی کلچر ابلیس چاہتا ہے (اس کا ایجنڈا ہے) کہ عالمی بن جائے، اسی لیے آج کی حکومتوں اور UNO کے ذریعے پاکستان میں بھی یہی کلچر فروغ پا رہا ہے بینکوں، ملازمتوں اور شناختی کوائف میں صرف

'ماں کا نام' مطلوب ہے (امریکہ میں یہی کلچر ہے) یہ کلچر سکولوں، کالجوں اور یونیورسٹیوں کے نصاب میں عام کیا جارہا ہے اور مغرب پلٹ دانشور اور نوبل انعام یافتہ ELITE طبقہ (میڈم ملالہ کی طرح) اسلام دشمنی کر کے وہاں سے .Ph.D اور M.Phil کی ڈگریاں لے کر لوٹتے ہیں اور اپنے اپنے ممالک میں مغربی ایجنڈے کے مبلغ بنتے ہیں۔ علامہ اقبال نے 1936ء میں ابلیس کی مجلس شوریٰ، میں تمام یورپی (وامریکی) سیاستدانوں کو شیطان کا مرید صادق (یا عوامی زبان میں شیطان کا وفادار مستند شاگرد یعنی خلیفہ) کہا تھا۔ آج مسلمان ممالک کے بیشتر حکمران اور اشرافیہ اسی قبیلہ سے تعلق رکھتی ہے جس قبیلے میں آج اسلام کے خلاف زبان کھولنے والے اور اسلام کو بدنام کرنے والے، صحافی، اینکر پرسن، میڈیا مالکان، میڈیا کے کارکنان، فلم سٹارز، کرکٹ سٹارز، دانشور اور 8 مارچ کے دن خوشی کا اہتمام کر کے اس کو کامیاب کرنے والے افراد شامل ہیں بلکہ کارکنان ہیں۔ یہ حضرات اسلام کے خلاف زبان کھول کر عالمی صیہونی مغربی استعمار اور UNO سے نہ صرف تنخواہ پاتے ہیں بلکہ NGOs کے ناموں سے اس کی تبلیغ میں بھی مصروف ہیں۔

8 مارچ کا 'مارچ' ایسے ہی سیکولر، لبرل، خدا بیزار، محمدؐ دشمن، انسان دشمن، اَخلاق دشمن، شیطان پرست لبرل اور سیکولر حضرات کا 'اکھ' ہے، جسے عرف عام میں میلہ کہہ لیں یا ابلیس کی مجلس شوریٰ کے حوالے سے 'ابلیس کی علاقائی مجلس شوریٰ بلکہ 'نمک خواران مغرب کی 'رکن سازی' کی عوامی مہم' کا ایک EVENT کہہ لیں تو زیادہ مناسب ہوگا۔ مغرب کے لیے اپنے ابلیسی ایجنڈے کو عالمی سطح پر کامیاب کرنے کے راستے میں اسلام اور بالخصوص پاکستان آخری رکاوٹ ہے لہٰذا اس ملک کے لیے مغرب (صیہونیت) اپنی STRATEGY بدل بدل کر حملہ آور ہوتی ہے۔ میٹرک / ایف اے کے سالانہ امتحانوں میں اور رمضان المبارک میں کرکٹ کا بخار ہو یا فلمی ستاروں کے متعلق میڈیا کی پرستش کی حد تک طرفداری، صیہونی نمک حلالی کی مختلف شکلیں ہیں۔

ہم اپنے معزز وزیراعظم (اور دیگر ذمہ دارانِ قوم) سے ان کے اپنے ریاست مدینہ کے بیانیے کا واسطہ دے کر ان صیہونی امریکی اور نیو ورلڈ آرڈر کے 'مبلغوں' کے خلاف سخت نظریاتی اقدامات کا مطالبہ کرتے ہیں۔ ہمیں اُمید ہے کہ اگر وزیراعظم صاحب ریاست مدینہ سے مراد آج کی سعودی حکومت کے لبرل سیکولر اور اسلام دشمن ایجنڈے والی ریاست مدینہ نہیں لیتے بلکہ حضرت محمد ﷺ، حضرات خلفاء راشدین مہدیین اور قرآن وحدیث کے تابع ریاست لیتے ہیں تو ملکی پرنٹ اور الیکٹرانک میڈیا کو ان ابلیسی نظریات سے ضرور پاک کر دیں گے اور فوری اقدام کے طور پر ضروری ہے کہ کم از کم 8 مارچ کے 'آزادی مارچ' کی کوئی خبر، تبصرہ اشتہار نہ پرنٹ میڈیا میں نظر آئے اور نہ PEMRA کے تحت آنے والے کسی چینل اور ٹاک شو میں جگہ پا سکے۔ کی محمدؐ سے وفا تو نے تو 'ہم' تیرے ہیں اور یقیناً اللہ تعالیٰ کی تائید ونصرت بھی آپ کے ساتھ ہوگی۔

ع یہ جہاں چیز ہے کیا لوح وقلم تیرے ہیں۔ وَالسَّلَامُ عَلٰی مَنِ اتَّبَعَ الْهُدٰی

فِیْ مَدْحِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وسلم

شیخ سعدی رحمۃ اللہ علیہ کے نعتیہ اشعار پر تضمین

زمیں کہکشاں تا لا مکاں
بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
ہمہ نور کرد ایں خاکداں
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
خُلقش ہے قرآں گشت
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
با ربّ چوں باشی ہم زباں
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَ آلِہٖ

سر لامکاں سے طلب ہوئی
سوئے منتہیٰ وہ چلے نبیؐ
کوئی حد نہ ان کے عروج کی
بَلَغَ الْعُلٰی بِکَمَالِہٖ
رُخِ مصطفٰے کی یہ روشنی
یہ تجلیّوں کی ہما ہمی
کہ ہر ایک چیز چمک اُٹھی
کَشَفَ الدُّجٰی بِجَمَالِہٖ
یہ کمالِ خُلقِ محمدی
کہ ہر اک پہ چشمِ کرم رہی
سرِ حشر نعرہ اُمتی
حَسُنَتْ جَمِیْعُ خِصَالِہٖ
مرا دین عنبرؔ وارثی
بخدا ہے عشقِ محمدیؐ
مرا ذکر و فکر ہے بس یہی
صَلُّوْا عَلَیْہِ وَاٰلِہٖ

بسلسلہ معراج النبی صلی اللہ علیہ وسلم